

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر

<?xml encoding="UTF-8">

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر
ولادت باسعادت

علماء ومورخین کا بیان ہے کہ آپ بتاریخ ۱۱/ ذی قعدہ ۱۵۳ ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں (اعلام الوری ص ۱۸۲ ، جلاء البیعون ص ۲۸۰ ، روضة الصفا جلد ۳ ص ۱۳ ، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷)

آپ کی ولادت کے متعلق علامہ مجلسی اور علامہ محمد پارساتحریر فرماتے ہیں کہ جناب ام البنین کا کہنا ہے کہ جب تک امام علی رضا علیہ السلام میرے بطن میں رہے مجھے گل کی گرانباری مطلقاً محسوس نہیں ہوئی، میں اکثر خواب میں تسبیح وتہلیل اور تمہید کی آوازیں سنا کرتی تھی جب امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ نے زمین پر تشریف لاتے ہی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دئے اور اپنا فرق مبارک آسمان کی طرف بلند کر دیا آپ کے لبہائے مبارک جنبش کرنے لگے ، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ خدا سے کچھ باتیں کر رہے ہیں ، اسی اثناء میں امام موسی کاظم علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں خداوند عالم کی یہ عنایت و کرامت مبارک ہو، پھر میں نے مولود مسعود کو آپ کی آغوش میں دیدیا آپ نے اس کے دہانے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”بگیر این راکہ بقیہ خدا است در زمین حجت خداست بعد از من“ اسے لے لویہ زمین پر خدا کی نشانی ہے اور میرے بعد حجت اللہ کے فرائض کا ذمہ دار ہے ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ آپ دیگر آئمہ علیہم السلام کی طرح مختون اور ناف بریدہ متولد ہوئے تھے (فصل الخطاب وجلاء العیون ص ۲۷۹)۔

نام ، کنیت، القاب

آپ کے والد ماجد حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے لوح محفوظ کے مطابق اور تعین رسول صلعم کے موافق آپ کو ”اسم علی“ سے موسوم فرمایا، آپ آل محمد، میں کے تیسرے ”علی“ ہیں (اعلام الوری ص ۲۲۵ ، مطالب السؤل ص ۲۸۲)۔

آپ کی کنیت ابو الحسن تھی اور آپ کے القاب صابر، زکی، ولی، رضی، وصی تھے واشہرھا الرضاء اور مشہور ترین لقب رضا تھا

(نور الابصار ص ۱۲۸ و تذکرۃ خواص الامۃ ص ۱۹۸)۔

لقب رضا کی توجیہ

علامہ طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو رضا اس لیے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین میں خدا و عالم ، رسول اکرم اور آئمہ طاہرین، نیز تمام مخالفین و موافقین آپ سے راضی تھے (اعلام الوری ص ۱۸۲) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ بزنتی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے لوگوں کی افواہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے

والد ماجد کو لقب رضاسے مامون رشید نے ملقب کیا تھا آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یہ لقب خدا و رسول کی خوشنودی کا جلوہ بردار ہے اور خاص بات یہ ہے کہ آپ سے موافق و مخالف دونوں راضی اور خوشنود تھے

(جلاء العیون ص ۲۷۹، روضة الصفا جلد ۳ ص ۱۲)۔

آپ کی تربیت

آپ کی نشوونما اور تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زیر سایہ ہوئی اور اسی مقدس ماحول میں بچپن اور جوانی کی متعدد منزلیں طے ہوئیں اور ۳۰ برس کی عمر پوری ہوئی اگرچہ آخری چند سال اس مدت کے وہ تھے جب امام موسی کاظم عراق میں قید و ظلم کی سختیاں برداشت کر رہے تھے مگر اس سے پہلے ۲۲ یا ۲۵ برس آپ کو برابر اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔

بادشاہان وقت

آپ نے اپنی زندگی کی پہلی منزل سے تابہ عہد وفات بہت سے بادشاہوں کے دور دیکھے آپ ۱۵۳ھ میں بہ عہد منصور دوانقی متولد ہوئے (تاریخ خمیس) ۱۵۸ھ میں مہدی عباسی ۱۶۹ھ میں ہادی عباسی ۱۷۰ھ میں ہارون رشید عباسی ۱۹۲ھ میں امین عباسی ۱۹۸ھ میں مامون رشید عباسی علی الترتیب خلیفہ وقت ہوتے رہے (ابن الوردی حبیب السیر ابوالفداء)۔

آپ نے ہر ایک کا دور بچشم خود دیکھا اور آپ پدر بزرگوار نیز دیگر اولاد علی و فاطمہ کے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا، اسے آپ ملاحظہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ۲۳۰ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ کو زبردے کر شہید کر دیا گیا۔

جانشینی

آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ حکومت وقت جس کی باگ ڈور اس وقت ہارون رشید عباسی کے ہاتھوں میں تھی آپ کو آزادی کی سانس نہ لینے دے گی اور ایسے حالات پیش آجائیں گے کہ آپ کی عمر کے آخری حصہ میں اور دنیا کو چھوڑنے کے موقع پر دوستان اہلبیت کا آپ سے ملنا یا بعد کے لیے راہنما کا دریافت کرنا غیر ممکن ہو جائے گا اس لیے آپ نے انہیں آزادی کے دنوں اور سکون کے اوقات میں جب کہ آپ مدینہ میں تھے پیروان اہلبیت کو اپنے بعد ہونے والے امام سے روشناس کرانے کی ضرورت محسوس فرمائی چنانچہ اولاد علی و فاطمہ میں سے سترہ آدمی جو ممتاز حیثیت رکھتے تھے انہیں جمع فرما کر اپنے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام کی وصایت اور جانشینی کا اعلان فرمادیا اور ایک وصیت نامہ تحریر ابھی مکمل فرمایا جس پر مدینہ کے معززین میں سے ساٹھ آدمیوں کی گواہی لکھی گئی یہ اہتمام دوسرے آئمہ کے یہاں نظر نہیں آیا صرف ان خصوصی حالات کی بناء پر جن سے دوسرے آئمہ اپنی وفات کے موقعہ پر دوچار نہیں ہونے والے تھے۔

امام موسی کاظم کی وفات اور امام رضا کے دور امامت کا آغاز

۱۸۳ھ میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے قید خانہ ہارون رشید میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گزار کر درجہ شہادت حاصل فرمایا، آپ کی وفات کے وقت امام رضا علیہ السلام کی عمر میری تحقیق کے مطابق

تیس سال کی تھی والدبزرگوار کی شہادت کے بعد امامت کی ذمہ داریاں آپ کی طرف منتقل ہو گئیں یہ وہ وقت تھا جب کہ بغداد میں ہارون رشید تخت خلافت پر متمکن تھا اور بنی فاطمہ کے لیے حالات بہت ہی ناسازگار تھے۔

ہارونی فوج اور خانہ امام رضا علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد دس برس ہارون رشید کا دور رہا یقیناً وہ امام رضا علیہ السلام کے وجود کو بھی دنیا میں اسی طرح برداشت نہیں کر سکتا تھا جس طرح اس کے پہلے آپ کے والد ماجد کا رہنا اس نے گوارا نہیں کیا مگر یہ تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ جو طویل مدت تک تشدد اور ظلم ہوتا رہا اور جس کے نتیجہ میں قید خانہ ہی کے اندر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اس سے حکومت وقت کی عام بدنامی ہو گئی تھی اور یہ واقعی ظالم کو بدسلوکیوں کا احساس اور ضمیر کی طرف سے ملامت کی کیفیت تھی جس کی وجہ سے کھلم کھلا امام رضا کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی تھی لیکن وقت سے پہلے اس نے امام رضا علیہ السلام کو ستانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا حضرت کے عہدہ امامت کو سنبھالتے ہی ہارون رشید نے آپ کا گھر لٹوا دیا، اور عورتوں کے زیورات اور کپڑے تک اتر والیے تھے۔

تاریخ اسلام میں ہے کہ ہارون رشید نے اس حوالہ اور بہانے سے کہ محمد بن جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی حکومت و خلافت سے انکار کر دیا ہے ایک عظیم فوج عیسیٰ جلودی کی ماتحتی میں مدینہ منورہ بھیج کر حکم دیا کہ علی و فاطمہ کی تمام اولاد کی بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا جائے ان کے گھروں میں آگ لگادی جائے ان کے سامان لوٹ لیے جائیں اور انہیں اس درجہ مفلوج اور مفلوک کر دیا جائے کہ پھر ان میں کسی قسم کے حوصلہ کے ابھرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکے اور محمد بن جعفر صادق کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے، عیسیٰ جلودی نے مدینہ پہنچ کر تعمیل حکم کی سعی بلیغ کی اور ہر ممکن طریقہ سے بنی فاطمہ کو تباہ و برباد کیا، حضرت محمد بن جعفر صادق علیہ السلام نے بھرپور مقابلہ کیا لیکن آخر میں گرفتار ہو کر ہارون رشید کے پاس پہنچا دیئے گئے۔

عیسیٰ جلودی سادات کرام کو لوٹ کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دولت کدہ پر پہنچا اور اس نے خواہش کی کہ وہ حسب حکم ہارون رشید، خانہ امام میں داخل ہو کر اپنے ساتھیوں سے عورتوں کے زیورات اور کپڑے اتارے، امام علیہ السلام نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا، میں خود تمہیں سارا سامان لا کر دے دیتا ہوں پہلے تو وہ اس پر راضی نہ ہوا لیکن بعد میں کہنے لگا کہ اچھا آپ ہی اتار لائیے آپ محل سرا میں تشریف لے گئے اور آپ نے تمام زیورات اور سارے کپڑے ایک سترپوش چادر کے علاوہ لا کر دیدیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اثاث البیت نقد و جنس یہاں تک کہ بچوں کے کان کے بندے سب کچھ اس کے حوالہ کر دیا وہ ملعون تمام سامان لے کر بغداد روانہ ہو گیا، یہ واقعہ آپ کے آغاز امامت کا ہے۔

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر صادق کے واقعہ سے امام علی رضا علیہ السلام کا کوئی تعلق نہ تھا وہ اکثر اپنے چچا محمد کو خاموشی کی ہدایت اور صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے کسی ناصبی نے دستی کتبہ لکھ کر مدینہ کی دیواروں پر چسپاں کر دیا تھا جس میں حضرت علی و فاطمہ کے متعلق ناسزا لفظ تھے یہی آپ کے خروج کا سبب بنا۔

آپ کی بیعت لفظ امیر المومنین سے کی گئی آپ جب نماز کو نکلتے تھے تو آپ کے ساتھ دو سواصلحہ و اتقیا ہوا کرتے

تھے علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد صفوان بن یحیٰ نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ مولایم آپ کے بارے میں ہارون رشید سے بہت خائف ہیں ہمیں ڈر ہے کہ یہ کہیں آپ کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو آپ کے والد کے ساتھ کرچکا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اپنی سعی کرے گالیکن مجھ پر کامیاب نہ ہوسکے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حالات نے اسے کچھ اس درجہ آخر میں مجبور کر دیا تھا کہ وہ کچھ بھی نہ کرسکا یہاں تک کہ جب خالد بن یحیٰ برمکی نے اس سے کہا کہ امام رضا اپنے باپ کی طرح امرامامت کا اعلان کرتے اور اپنے کو امام زمانہ کہتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ہم جوان کے ساتھ کرچکے ہیں وہی ہمارے لیے کافی ہے اب تو چاہتا ہے کہ ”ان نقتلہم جمیعاً“ ہم سب کے سب کو قتل کرڈالیں، اب میں ایسا نہیں کروں گا

(نورالابصار ص ۱۴۴ طبع مصر)۔

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ پھر بھی ہارون رشید کا اہلبیت رسول سے شدید اختلاف اور سادات کے ساتھ جو برتاؤ اب تک رہا تھا اس کی بناء پر عام طور سے عمال حکومت یا عام افراد بھی جنہیں حکومت کو راضی رکھنے کی خواہش تھی اہلبیت کے ساتھ کوئی اچھا رویہ رکھنے پر تیار نہیں ہوسکتے تھے اور نہ امام کے پاس آزادی کے ساتھ لوگ استفادہ کے لیے آسکتے تھے نہ حضرت کو سچے اسلامی احکام کی اشاعت کے مواقع حاصل تھے۔

ہارون کا آخری زمانہ اپنے دونوں بیٹوں، امین اور مامون کی باہمی رقابتوں سے بہت بے لطفی میگزرا، امین پہلی بیوی سے تھا جو خاندان شاہی سے منصور و انقی کی پوتی تھی اور اس لیے عرب سردار سب اس کے طرف دار تھے اور مامون ایک عجمی کنیز کے پیٹ سے تھا اس لیے دربار کا عجمی طبقہ اس سے محبت رکھتا تھا، دونوں کی آپس کی رسہ کشی ہارون کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی اس نے اپنے خیال میں اس کا تصفیہ مملکت کی تقسیم کے ساتھ یوں کر دیا کہ دارالسلطنت بغداد اور اس کے چاروں طرف کے عربی حصہ جسے شام، مصر، حجاز، یمن، وغیرہ محمد امین کے نام کئے اور مشرقی ممالک جیسے ایران، خراسان، ترکستان، وغیرہ مامون کے لیے مقرر کئے مگر یہ تصفیہ تو اس وقت کارگر ہوسکتا تھا جب جو دونوں فریق ”جیو اور جینے دو“ کے اصول پر عمل کرتے ہوتے لیکن جہاں اقتدار کی ہوس کارفرما ہو، وہاں بنی عباس میں ایک گھر کے اندر دو بھائی اگر ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں تو کیوں نہ ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کاروائی کرنے پر تیار نظر آئے اور کیوں نہ ان طاقتوں میں باہمی تصادم ہو جب کہ ان میں سے کوئی اس ہمدردی اور ایثار اور خلق خدا کی خیر خواہی کا بھی حامل نہیں ہے جسے بنی فاطمہ اپنے پیش نظر رکھ کر اپنے واقعی حقوق سے چشم پوشی کر لیا کرتے تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ ادھر ہارون کی آنکھ بند ہوئی اور ادھر بھائیوں میں خانہ جنگیوں کے شعلے بھڑک اٹھے آخر چار برس کی مسلسل کشمکش اور طویل خونریزی کے بعد مامون کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس کا بھائی امین محرم ۱۹۸ھ میں تلوا کے گھاٹ اتار دیا گیا اور مامون کی خلافت تمام بنی عباس کے حدود سلطنت پر قائم ہو گئی۔

یہ سچ ہے کہ ہارون رشید کے ایام سلطنت میں آپ کی امامت کے دس سال گزرے اس زمانہ میں عیسیٰ جلودی کی تاخت کے بعد پھر اس نے آپ کے معاملات کی طرف بالکل سکوت اور خاموشی اختیار کر لی اس کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں:

اول تو یہ کہ اس س سالہ زندگی کے ابتدائی ایام میں وہ آل برامکہ کے استیصال رافع بن لیث ابن تیار کے

غداورفسادکے انسدادمیں جوسمرقندکے علاقہ سے نمودارہوکرماوراءالنہراورحدودعرب تک پھیل چکاتھاایساہمہ وقت اورہمہ دم الجہارہاکہ پھراس کوان امورکی طرف توجہ کرنے کی ذراہی فرصت نہ ملی

دوسرے یہ کہ اپنی دس سالہ مدت کے آخری ایام میں یہ اپنے بیٹوں میں ملک تقسیم کردینے کے بعدخودایساکمزوراورمجبور ہو گیا تھا کہ کوئی کام اپنے اختیارسے نہیں کرسکتاتھانام کابادشاہ بنابیٹھاہوا،اپنی زندگی کے دن نہایت عسرت اورتنگی کی حالتوں میں کاٹ رہاتھاس کے ثبوت کے لیے واقعہ ذیل ملاحظہ فرمائیں:

صبح طبری کابیان ہے کہ ہارون جب خراسان جانے لگا تومیں نہروان تک اس کی مشایعت کوگیاراستہ میں اس نے بیان کیاکہ ائے صبح تم اب کے بعدپہرمجھے زندہ نہ پاؤگے میں نے کہاامیرالمومنین ایساخیال نہ کریں آپ انشاء اللہ صحیح وسالم اس سفرسے واپس آئیں گے یہ سن کر اس نے کہاکہ شایدتجھ کومیراحال معلوم نہیں ہے آؤ میں دکھادوں ،پہرمجھے راستہ کاٹ کر ایک سمت درخت کے نیچے لے گیااوروہاں سے اپنے خواصوں کوہٹاکرآپنے بدن کاکپڑاٹھاہاںمیں دیکھا،توایک پارچہ ریشم شکم پرلپیٹاہواتھا،اوراس سے سارابدن کساہواتھا یہ دکھاہاںمیں مدت سے بیمارہوں تمام بدن میں درداٹھتاہے مگرکسی سے اپناحال نہیں کہہ سکتاتمہارے پاس بھی یہ رازامانت رہے میرے بیٹوں میں سے ہر ایک کاگماشتہ میرے اوپر مقررہے ماموں کی طرف سے مسرور،امین کی جانب سے بختیشوع،یہ لوگ میری سانس تک گنتے رہتے ہیں،اورنہیں چاہتے کہ میں ایک روزبھی زندہ رہوں، اگرتم کویقین نہ ہو تودیکھو میں تمہارے سامنے گھوڑا سوار ہونے کومانگتاہوں ،ایسالاجرٹو میں نے لیے لائیں گے جس پرسوار ہو کر میں اور زیادہ بیمار ہو جاؤں،یہ کہہ کرگھوڑا طلب کیاواقعی ایساہی لاغراڑیل ٹھو حاضر کیا اس پر ہارون نے بے چون وچراسوار ہو گیا اورمجھ کو وہاں سے رخصت کرکے جرجان کاراستہ پکڑ لیا (لمعة الضیاء ص ۹۲)۔

بہر حال ہارون رشیدکی یہی مجبوریاں تھیں جنہوں نے اس کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مخالفانہ امور کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیاور نہ اگر اسے فرصت ہوتی اور وہ اپنی قدیم ذی اختیاری کی حالتوں پرقائم رہتا تو اس سلسلہ کی غارت گری و بربادی کو کبھی بھولنے والا نہیں تھا، مگر اس وقت کیا کرسکتاتھا اپنے ہی دست وپا اپنے اختیار میں نہیں تھے بہر حال ہارون رشید اسی ضیق النفس مجبوری ناداری اور بے اختیاری کی غیر متحمل مصیبتوں میں خراسان پہنچ کر شروع ۱۹۳ ھ مرگیا۔

ان دونوں بھائیوں امین اور مامون کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ مامون تو پہر بھی سوجھ بوجھ اور اچھے کیرکٹر کا آدمی تھا لیکن امین عیاش، لالہالی اور کمزور طبیعت کا تھا سلطنت کے تمام حصوں، بازی گر، مسخرے اور نجومی جوتشی بلوائے، نہایت خوبصورت طوائف اور نہایت کامل گانے والیوں اور خواجہ سراؤں کو بڑی بڑی رقمیں خرچ کرکے اور ناٹک کی ایک محفل مثل اندرسبھا کے ترتیب دی، یہ تھیٹر اپنے زرق برق سامانوں سے پریوں کا اکھاڑا ہوتا تھا سیوطی نے ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ امین اپنی بیویوں اور کنیزوں کو چھوڑ کر خسیوں سے لواطت کرتا تھا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۰)۔

امام علی رضا کا حج اور ہارون رشید عباسی

زمانہ ہارون رشید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اسی سال ہارون رشید بھی حج کے لیے آیا ہوا تھا خانہ کعبہ میں داخلہ کے بعد امام علی رضا علیہ السلام ایک دروازہ سے اور ہارون رشید دوسرے دروازہ سے نکلے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دوسرے دروازہ سے نکلنے والا جوہم سے دور جا رہا ہے عنقریب طوس میں دونوں ایک جگہ ہوں گے ایک روایت میں ہے کہ یحیٰ ابن خالد برمکی کو امام علیہ السلام نے مکہ میں دیکھا کہ وہ رومال سے گرد کی وجہ سے منہ بند کئے ہوئے جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے پتہ بھی نہیں کہ اس کے ساتھ امسال کیا ہونے والا ہے یہ عنقریب تباہی کی منزل میں پہنچا دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہوا۔

راوی مسافر کا بیان ہے کہ حج کے موقع پر امام علیہ السلام نے ہارون رشید کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملاتے ہوئے فرمایا کہ میں اور یہ اسی طرح ایک ہو جائیں گے وہ کہتا ہے کہ میں اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا جب آپ کی شہادت واقع ہوئی اور دونوں ایک مقبرہ میں دفن ہوئے موسیٰ بن عمران کا کہنا ہے کہ اسی سال ہارون رشید مدینہ منورہ پہنچا اور امام علیہ السلام نے اسے خطبہ دیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ عنقریب میں اور ہارون ایک ہی مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے (نور الابصار ص ۱۴۲)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا مجدد مذہب امامیہ ہونا

حدیث میں ہر سو سال کے بعد ایک مجدد اسلام کے نمودار ہو گا نشان ملتا ہے یہ ظاہر ہے کہ جو اسلام کا مجدد ہو گا اس کے تمام ماننے والے اسی کے مسلک پر گامزن ہوں گے اور مجدد کا جو بنیادی مذہب ہو گا اس کے ماننے والوں کا بھی وہی مذہب ہو گا، حضرت امام رضا علیہ السلام جو قطعی طور پر فرزند رسول اسلام تھے وہ اسی مسلک پر گامزن تھے جس مسلک کی بنیاد پیغمبر اسلام اور علی خیر الانام کا وجود ذی وجود تھا یہ مسلمات سے ہے کہ آل محمد علیہم السلام پیغمبر علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے تھے اور انہیں کے خدائی منشاء اور بنیادی مقصد کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے یعنی آل محمد کا مسلک وہ تھا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسلک تھا۔

علامہ ابن اثیر جزیری اپنی کتاب جامع الاصول میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام تیسری صدی ہجری میں اور ثقة الاسلام علامہ کلینی چوتھی صدی ہجری میں مذہب امامیہ کے مجدد تھے علامہ قنوی اور ملازمین نے اسی کو دوسری صدی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے (وسيلة النجات ص ۳۷۶، شرح جامع صغیر)۔

محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز ابن اثیر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن اثیر جزیری صاحب جامع الاصول کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا مجدد مذہب امامیہ دو قرن ثالث گفتم است ابن اثیر جزیری صاحب جامع الاصول نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو تیسری صدی میں مذہب امامیہ کا مجدد ہونا ظاہر و واضح فرمایا ہے (تحفہ اثنا عشریہ کید ۸۵ ص ۸۳)

بعض علماء اہل سنت نے آپ کو دوسری صدی کا اور بعض نے تیسری صدی کا مجدد بتلایا ہے میرے نزدیک دونوں درست ہے کیوں کہ دوسری صدی میں امام رضا علیہ السلام کی ولادت اور تیسری صدی کے آغاز میں آپ کی شہادت ہوئی ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے اخلاق و عادات اور شمائل و خصائل

آپ کے اخلاق وعادات اور شمائل وخصائل کالکھنا اس لیے دشوار ہے کہ وہ بے شمار ہیں ”مشتی نمونہ از خرداری“ یہ ہیں بحوالہ علامہ شبلی نجی ابراہیم بن عباس تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی رضاعلیہ السلام نے کبھی کسی شخص کے ساتھ گفتگو کرنے میں سختی نہیں کی، اور کبھی کسی بات کو قطع نہیں فرمایا آپ کے مکارم عادات سے تھا کہ جب بات کرنے والا اپنی بات ختم کر لیتا تھا تب اپنی طرف سے آغاز کلام فرماتے تھے کسی کی حاجت روائی اور کام نکالنے میں حتی المقدور دریغ نہ فرماتے، کبھی ہمنشین کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے اور نہ اہل محفل کے روبرو تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے کبھی اپنے غلاموں کو گالی نہ دی اور چیزوں کا کیا ذکر، میں نے کبھی آپ کے تھوکتے اور ناک صاف کرتے نہیں دیکھا، آپ قہقہہ لگا کر ہرگز نہیں ہنستے تھے خندہ زنی کے موقع پر آپ تبسم فرمایا کرتے تھے محاسن اخلاق اور تواضع و انکساری کی یہ حالت تھی کہ دسترخوان پر سائیس اور دربان تک کو اپنے ساتھ بٹھالیتے، راتوں کو بہت کم سوتے اور اکثر راتوں کو شام سے صبح تک شب بیداری کرتے تھے اکثر اوقات روزے سے ہوتے تھے مگر ہرمہینے کے تین روزے تو آپ سے کبھی قضا نہیں ہوئے ارشاد فرماتے تھے کہ ہر ماہ میں کم از کم تین روزے رکھ لینا ایسا ہے جیسے کوئی ہمیشہ روزے سے رہے۔

آپ کثرت سے خیرات کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات کے تاریک پردہ میں اس استحباب کو ادا فرمایا کرتے تھے موسم گرمیوں میں آپ کافرش جس پر آپ بیٹھ کر فتویٰ دیتے یا مسائل بیان کیا کرتے بوریاتو تھا اور سرمایوں کمبل آپ کا یہی طرز اس وقت بھی رہا جب آپ ولی عہد حکومت تھے آپ کا لباس گھرمیں موٹا اور خوشن ہوتا تھا اور رفع طعن کے لیے باہر آپ اچھا لباس پہنتے تھے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ حضراتنا عمدہ لباس کیوں استعمال فرماتے ہیں آپ نے اندر کا پیراہن دکھلا کر فرمایا اچھا لباس دنیا والوں کے لیے اور کمبل کا پیراہن خدا کے لیے ہے۔

علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حمام میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص جندی نامی آگیا اور اس نے بھی نہانا شروع کیا دوران غسل میں اس نے بھی نہانا شروع کیا دوران غسل میں اس نے امام رضاعلیہ السلام سے کہا کہ میرے جسم پر پانی ڈالئے آپ نے پانی ڈالنا شروع کیا اتنے میں ایک شخص نے کہا اے جندی فرزند رسول سے خدمت لے رہا ہے ارے یہ امام رضا ہیں، یہ سننا تھا کہ وہ پیروں پر گر پڑا اور معافی مانگنے لگا (نورالابصار ص ۳۸، ۳۹)۔

ایک مرد بلخی ناقل ہے کہ حضرت کے ساتھ ایک سفر میں تھا ایک مقام پر دسترخوان بچھا تو آپ نے تمام غلاموں کو جن میں حبشی بھی شامل تھے بلا کر بیٹھ لیا میں نے عرض کیا مولانا یہیں علیحدہ بٹھلائیں تو کیا حرج ہے آپ نے فرمایا کہ سب کرب ایک ہے اور ماں باپ آدم و حوا بھی ایک ہیں اور جزا و سزا اعمال پر موقوف ہے، تو پھر تفرقہ کیا آپ کے ایک خادم یا سرکا کہنا ہے کہ آپ کا یہ تاکید حکم تھا کہ میرے آنے پر کوئی خادم کھانا کھانے کی حالت میں میری تعظیم کو نہ اٹھے۔

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ جب بھی دسترخوان بچھتا آپ ہر کھانے میں سے ایک ایک لقمہ نکال لیتے تھے، اور اسے مسکینوں اور یتیموں کو بھیج دیا کرتے تھے شیخ صدوق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بزرگی تقویٰ سے ہے جو مجھ سے زیادہ متقی ہے وہ مجھ سے بہتر ہے۔

ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ مال عنایت کیجیے، فرمایا یہ ممکن ہے چنانچہ آپ نے اسے دو سوا شرفی عنایت فرمادی، ایک مرتبہ نویں ذی الحجہ یوم عرفہ آپ نے راہ

خدامیں سارا گھر لٹا دیا یہ دیکھ کر فضل بن سہیل وزیر مامون نے کہا حضرت یہ تو غرامت یعنی اپنے آپ کو نقصان پہنچانا ہے آپ نے فرمایا یہ غرامت نہیں ہے غنیمت ہے میں اس کے عوض میں خدا سے نیکی اور حسنہ لوں گا۔

آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ ہم ایک دن میوہ کھا رہے تھے اور کھانے میں ایسا کرتے تھے کہ ایک پھل سے کچھ کھاتے اور کچھ پھینک دیتے ہمارے اس عمل کو آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا نعمت خدا کو ضائع نہ کرو ٹھیک سے کھاؤ اور جو بیج جائے اسے کسی محتاج کو دیدو، آپ فرمایا کرتے تھے کہ مزدور کی مزدوری پہلے طے کرنا چاہئے کیونکہ چکائی ہوئی اجرت سے زیادہ جو کچھ دیا جائے گا پانے والا اس کو انعام سمجھے گا۔

صولی کا بیان ہے کہ آپ اکثر عود ہندی کا بخور کرتے اور مشک و گلاب کا پانی استعمال کرتے تھے عطریات کا آپ کو بڑا شوق تھا نماز صبح اول وقت پڑھتے اس کے بعد سجدہ میں چلے جاتے تھے اور نہایت ہی طول دیتے تھے پھر لوگوں کو پند و نصائح فرماتے۔

سلیمان بن جعفر کا کہنا ہے کہ آپ آباؤ اجداد کی طرح خرمے کو بہت پسند فرماتے تھے آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جب بھی آپ بستر پر لیٹتے تھے تاہم خواب قرآن مجید کے سورے پڑھا کرتے تھے موسیٰ بن سیار کا کہنا ہے کہ آپ اکثر اپنے شیعوں کی میت میں شرکت فرماتے تھے اور کھا کرتے تھے کہ ہر روز شام کے وقت امام وقت کے سامنے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اگر کوئی شیعہ گناہ گار ہو تا ہے تو امام اس کے لیے استغفار کرتے ہیں علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کے سامنے جب بھی کوئی آتا تھا آپ پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے یا منافق (اعلام الوری، تحفہ رضویہ، کشف الغمہ ص ۱۱۲)۔

علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ آپ ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے دیتے تھے اور روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے (جنات الخلود ص ۳۱)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا علمی کمال

مورخین کا بیان ہے کہ آل محمد کے اس سلسلہ میں ہر فرد حضرت احدیت کی طرف سے بلند ترین علم کے درجے پر قرار دیا گیا تھا جسے دوست اور دشمن کو ماننا پڑتا تھا یہ اور بات ہے کہ کسی کو علمی فیوض پھیلانے کا زمانے نے کم موقع دیا اور کسی کو زیادہ، چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد اگر کسی کو سب سے زیادہ موقع حاصل ہوا ہے تو وہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہیں، جب آپ امامت کے منصب پر نہیں پہنچے تھے اس وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے تمام فرزندوں اور خاندان کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی علی رضا عالم آل محمد ہیں، اپنے دین مسائل کو ان سے دریافت کر لیا کرو، اور جو کچھ اسے کہیں یاد رکھو، اور پھر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے اور روضہ رسول پر تشریف فرما رہے تھے تو علمائے اسلام مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

محمد بن عیسیٰ یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ان تحریری مسائل کو جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے اور آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا تھا، اکھٹا کیا تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے، صاحب لمعة الرضاء تحریر کرتے ہیں کہ حضرت آئمہ طاہرین علیہم السلام کے خصوصیات میں یہ امر تمام تاریخی مشاہد اور نیز حدیث و سیر کے اسانید معتبر سے ثابت ہے، باوجودیکہ اہل دنیا کو آپ حضرات کی تقلید اور متابعت فی الاحکام کا بہت کم

شرف حاصل تھا، مگر بایں ہمہ تمام زمانہ و ہر خویش و بیگانہ آپ حضرات کو تمام علوم الہی اور اسرار الہی کا گنجینہ سمجھتا تھا اور محدثین و مفسرین اور تمام علماء و فضلاء جو آپ کے مقابلہ کا دعویٰ رکھتے تھے وہ بھی علمی مباحث و مجالس میں آپ حضرات کے آگے زانوئے ادب نہ کرتے تھے اور علمی مسائل کو حل کرنے کی ضرورتوں کے وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے لے کر امام زین العابدین علیہ السلام تک استعفادے کئے وہ سب کتابوں میں موجود ہے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں سمع حدیث کے واقعات تمام احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں، اسی طرح ابو الطفیل عامری اور سعید بن جبیر آخری صحابہ کی تفصیل حالات جوان بزرگوں کے حال میں پائے جاتے ہیں وہ سیرو تواریخ میں مذکور و مشہور ہیں صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور ان لوگوں کی فیض یابی کی بھی یہی حالت ہے، شعبی، زہری، ابن قتیبہ، سفیان ثوری، ابن شیبہ، عبد الرحمن، عکرمہ، حسن بصری، وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب جو اس وقت اسلامی دنیا میں دینیات کے پیشوا اور مقدس سمجھے جاتے تھے ان ہی بزرگوں کے چشمہ فیض کے جرعه نوش اور انہی حضرات کے مطیع و حلقہ بگوش تھے۔

جناب امام رضا علیہ السلام کو اتفاق حسنہ سے اپنے علم و فضل کے اظہار کے زیادہ موقع پیش آئے کیوں کہ مامون عباسی کے پاس جب تک دار الحکومت مروت شریف فرما رہے، بڑے بڑے علماء و فضلاء علوم مختلفہ میں آپ کی استعداد اور فضیلت کا اندازہ کرایا گیا اور کچھ اسلامی علماء پر موقوف نہیں تھا بلکہ علماء یہودی و نصاریٰ سے بھی آپ کا مقابلہ کرایا گیا، مگر ان تمام مناظروں و مباحثوں میں ان تمام لوگوں پر آپ کی فضیلت و فوقیت ظاہر ہوئی، خود مامون بھی خلفائے عباسیہ میں سب سے زیادہ اعلم و وافقہ تھا باوجود اس کے تبحر فی العلوم کا لوہا مانتا تھا اور چاروں اچاراس کا اعتراف پر اعتراف اور اقرار پر اقرار کرتا تھا چنانچہ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ آپ جلالت قدر عزت و شرافت میں معروف و مذکور ہیں، اسی وجہ مامون آپ کو بمنزلہ اپنی روح و جان جانتا تھا اس نے اپنی دختر کا نکاح آنحضرت علیہ السلام سے کیا، اور ملک ولایت میں اپنا شریک گردانا، مامون برابر علماء ادیان و فقہائے شریعت کو جناب امام رضا علیہ السلام کے مقابلہ میں بلاتا اور مناظرہ کراتا، مگر آپ ہمیشہ ان لوگوں پر غالب آتے تھے اور خود ارشاد فرماتے تھے کہ میں مدینہ میں روضہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھتا، وہاں کے علمائے کثیر جب کسی علمی مسئلہ میں عاجز آجاتے تو بالاتفاق میری طرف رجوع کرتے، جواب ہائے شافی دے کر ان کی تسلی و تسکین کر دیتا۔

ابوصلت ابن صالح کہتے ہیں کہ حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام سے زیادہ کوئی عالم میری نظر سے نہیں گزرا، اور مجھ پر موقوف نہیں جو کوئی آپ کی زیارت سے مشرف ہوگا وہ میری طرح آپ کی اعلیٰ کی شہادت دے گا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض مرویات و ارشادات

حضرت امام رضا علیہ السلام سے بے شمار احادیث مروی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ بچوں کے لیے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں۔

۲ - سرکہ بہترین سالن ہے جس کے گھرمیں سرکہ ہوگا وہ محتاج نہ ہوگا۔

۳ - برانارمیں ایک دانہ جنت کاہوتاہے

۴ - منقی صفر اکودرست کرتاہے بلغم کودور کرتاہے پٹھوں کومضبوط کرتاہے نفس کو پاکیزہ بناتا اور رنج و غم کودور کرتاہے

۵ - شہد میں شفا ہے ، اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو

۶ - گلاب جنت کے پھولوں کا سردار ہے۔

۷ - بنفشہ کاتیل سرمیں لگانا چاہئے اس کی تاثیر گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم ہوتی ہے۔

۸ - جوزیتون کاتیل سرمیں لگائے یا کھائے اس کے پاس چالیس دن تک شیطان نہ آئے گا۔

۹ - صلہ رحم اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے مال میں زیادتی ہوتی ہے۔

۱۰ - اپنے بچوں کا ساتویں دن ختنہ کر دیا کرو اس سے صحت ٹھیک ہوتی ہے اور جسم پر کوشت چڑھتا ہے ۔

۱۱ - جمعہ کے دن روزہ رکھنا دس روزوں کے برابر ہے۔

۱۲ - جو کسی عورت کا مہرنہ دے یا مزدور کی اجرت روکے یا کسی کو فروخت کردے وہ بخشانہ جاوے گا۔

۱۳ - شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔ ۱۴ - گوشت کھانے شفا ہوتی ہے اور مرض دور ہوتا ہے۔

۱۵ - کھانے کی ابتداء نمک سے کرنی چاہئے کیونکہ اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے جن میں جذام بھی ہے۔

۱۶ - جو دنیا میں زیادہ کھائے گا قیامت میں بھوکا رہے گا۔

۱۷ - مسور ستر انبیاء کی پسندیدہ خوراک ہے اس سے دل نرم ہوتا ہے اور آنسو بنتے ہیں ۔

۱۸ - جو چالیس دن گوشت نہ کھائے گا بد اخلاق ہو جائے گا۔

۱۹ - کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا چاہئے۔ ۲۰ - کھانے پیالے کے کنارے سے کھانا چاہئے۔

۲۱ - عمر طول کے لیے اچھا کھانا، اچھی جوتی پہنا اور قرض سے بچنا، کثرت جماع سے پرہیز کرنا مفید ہے۔

۲۲ - اچھے اخلاق والا پیغمبر اسلام کے ساتھ قیامت میں ہوگا۔ ۲۳ - جنت میں متقی اور حسن خلق والوں کی اور جہنم میں پیٹواور زنا کاروں کی کثرت ہوگی۔

۲۴ - امام حسین کے قال بخشے نہ جائیں گے ان کا بدلہ خدائے گا۔

۲۵ - حسن اور حسین علیہم السلام جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدربزرگواران سے بہتر ہیں۔

۲۶ - اہل بیت کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے، نجات وہی پائے گا جو اس پرسوار ہوگا۔

۲۷ - حضرت فاطمہ ساق عرش پکڑ کر قیامت کے دن واقعہ کربلا کا فیصلہ چاہیں گی اس دن ان کے ہاتھ میں امام حسین علیہ السلام کا خون بھرا پیرا ہن ہوگا۔

۲۸ - خدائے روزی صدقہ دیے کرمانگو۔

۲۹ - سب سے پہلے جنت میں وہ شہدا اور عیال دار جائیں گے جو پرہیزگار ہوں گے اور سب سے پہلے جہنم میں حاکم غیر عادل اور مالدار جائیں گے (مسند امام رضا طبع مصر ۱۳۴۱ ہجری)

۳۰ - ہر مومن کا کوئی نہ کوئی پڑوسی اذیت کا باعث ضرور ہوگا۔

۳۱ - بالوں کی سفیدی کاسر کے اگلے حصے سے شروع ہونا سلامتی اور اقبال مندی کی دلیل ہے اور رخساروں ڈاڑھی کے اطراف سے شروع ہونا سخاوت کی علامت ہے اور گیسوؤں سے شروع ہونا شجاعت کا نشان ہے اور گردی سے شروع ہونا نحوست ہے۔

۳۲ - قضا و قدر کے بارے میں آپ نے فضیل بن سہیل کے جواب میں فرمایا کہ انسان نہ بالکل مجبور ہے اور نہ بالکل آزاد ہے (نور الابصار ص ۱۲۰)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور مجلس شہداء کربلا

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ شاعر آل محمد، دعبل خزاعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عاشورہ کے دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ اصحاب کے حلقہ میں انتہائی غمگین و حزیں بیٹھے ہوئے ہیں مجھے حاضر ہوتے دیکھ کر فرمایا، اؤ آؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں میقرب پہنچا تو آپ نے اپنے پہلو میں مجھے جگہ دے کر فرمایا کہ اے دعبل چونکہ آج یوم عاشورہ ہے اور یہ دن ہمارے لیے انتہائی رنج و غم کا دن ہے لہذا تم میرے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ سے متعلق کچھ شعر پڑھو، اے دعبل جو شخص ہماری مصیبت پر روئے یا رلائے اس کا اجر خدا پر واجب ہے، اے دعبل جس شخص کی آنکھ ہمارے غم میں تر ہو وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا، اے دعبل جو شخص ہمارے جد نامدار حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے غم میں روئے گا خدا اس کے گناہ بخش دے گا۔

یہ فرما کر امام علیہ السلام نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پردہ کھینچا اور مخدرات عصمت کو بلا کر اس میں بٹھا دیا پھر آپ میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے ہاں دعبل! ابے میرے جد امجد کا مرثیہ شروع کرو، دعبل کہتے ہیں کہ میرا دل بھرا آیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آل محمد میں رونے کا کھرام عظیم برپا تھا صاحب درالمصائب تحریر فرماتے ہیں کہ دعبل کا مرثیہ سن کر معصومہ قم جناب فاطمہ ہمیشہ حضرت امام رضا علیہ

السلام اس قدر روئیں کہ آپ کو غش آگیا۔

اس اجتماعی طریقہ سے ذکر حسینی کو مجلس کہتے ہیں اس کا سلسلہ عہد امام رضامیں مدینہ سے شروع ہو کر مرو تک جاری رہا، علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ اب امام رضا علیہ السلام کو تبلیغ حق کے لیے نام حسین کی اشاعت کے کام کو ترقی دینے کا بھی پورا موقع حاصل ہو گیا تھا جس کی بنیاد اس کے پہلے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام قائم کر چکے تھے مگر وہ زمانہ ایسا تھا کہ جب امام کی خدمت میں وہی لوگ حاضر ہوتے تھے جو بحیثیت امام یا بحیثیت عالم دین آپ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اور اب امام رضا علیہ السلام تو امام روحانی بھی ہیں اور ولی عہد سلطنت بھی، اس لیے آپ کے دربار میں حاضر ہونے والوں کا دائرہ وسیع ہے۔

مرو، وہ مقام ہے جو ایران کے تقریباً وسط میں واقع ہے ہر طرف کے لوگ یہاں آتے ہیں اور یہاں یہ عالم کہ ادھر محرم کا چاند نکلا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دوسروں کو بھی ترغیب و تحریص کی جانے لگی کہ آل محمد کے مصائب کو یاد کرو اور اثرات غم کو ظاہر کرو یہ بھی ارشاد ہونے لگا کہ جو اس مجلس میں بیٹھے جہاں ہماری باتیں زندہ کی جاتی ہیں اس کا دل مردہ نہ ہوگا اس دن کے جب سب کے دل مردہ ہوں گے۔

تذکرہ امام حسین کے لیے جو مجمع ہوا، اس کا نام اصطلاحی طور پر مجلس اسی امام رضا علیہ السلام کی حدیث سے ہی ماخوذ ہے آپ نے عملی طور پر بھی خود مجلسیں کرنا شروع کر دیں جن میں کبھی خود ذکر ہوئے اور دوسرے سامعین جیسے ریان بن شبیب کی حاضری کے موقع پر آپ نے مصائب امام حسین علیہ السلام بیان فرمائے اور کبھی عبداللہ بن ثابت یا دعبل خزاعی ایسے کسی شاعر کی حاضری کے موقع پر اس شاعر کو حکم ہوا کہ تم ذکر امام حسین میں اشعار پڑھو وہ ذکر ہوا، اور حضرت سامعین میں داخل ہوئے الخ۔

مامون کی طلبی سے قبل امام علیہ السلام کی روضہ رسول پر فریاد

ابو مخنف بن لوط بن یحیٰ خزاعی کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی شہادت کے بعد ۱۵/ محرم الحرام شب یک شنبہ کو حضرت امام رضا علیہ السلام نے روضہ رسول خدا پر حاضری دی وہاں مشغول عبادت تھے کہ آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول کریم بالباس سیاہ تشریف لائے ہیں اور سخت پریشان ہیں امام علیہ السلام نے سلام کیا حضور نے جواب سلام دے کر فرمایا، اے فرزند، میں اور علی و فاطمہ، حسن و حسین سب تمہارے غم میں نالاں و گریاں ہیں اور ہم ہی نہیں فرزندم زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق اور تمہارے پدر موسیٰ کاظم سب غمگین اور رنجیدہ ہیں، اے فرزند عنقریب مامون رشید تم کو زہر سے شہید کرے گا، یہ دیکھ کر آپ کی آنکھ کھل گئی، اور آپ زار زار رونے لگے پھر روضہ مبارک سے باہر آئے ایک جماعت نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو پریشان دیکھ کر پوچھا کہ مولا اضطراب کی وجہ کیا ہے فرمایا ابھی جدنا مدارنے میری شہادت کی خبر دی ہے اے ابوصلت دشمن مجھے شہید کرنا چاہتا ہے اور میں خدا پر بھروسہ کرتا ہوں جو مرضی معبود ہو وہی میری مرضی ہے اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعد مامون رشید کالشکر مدینہ پہنچ گیا اور وہ امام علیہ السلام کو اپنی سیاسی غرض کرنے کے لیے وہاں سے دار الخلافہ ”مرو“ میں لے آیا (کنز الانساب ص ۸۶)۔

امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے مرو میں طلبی

علامہ شبلی نجی لکھتے ہیں کہ حالات کی روشنی میں مامون نے اپنے مقام پر یہ قطعی فیصلہ اور عزم بالجزم کر لینے کے بعد کہ امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد خلافت بنائے گا اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل کو بلا بھیجا اور اس سے کہا کہ ہماری رائے ہے کہ ہم امام رضا کو ولی عہدی سپرد کردیں تم خود بھی اس پر سوچ و بچار کرو، اور اپنے بھائی حسن بن سہل سے مشورہ کرو ان دونوں نے آپس میں تبادلہ خیال کرنے کے بعد مامون کی بارگاہ میں حاضری دی، ان کا مقصد تھا کہ مامون ایسا نہ کرے ورنہ خلافت آل عباس سے آل محمد میں چلی جائے گی ان لوگوں نے اگرچہ کھل کر مخالفت نہیں کی، لیکن دبے لفظوں میں ناراضگی کا اظہار کیا مامون نے کہا کہ میرا فیصلہ اٹل ہے اور میں تم دونوں کو حکم دیتا ہوں کہ تم مدینہ جاکر امام رضا کو اپنے ہمراہ لاؤ (حکم حاکم مرگ مفاجات) آخر کار یہ دونوں امام رضا کی خدمت میں مقام مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔

حضرت امام علی رضائے اس عرضداشت کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ میں اس امر کے لیے اپنے کو پیش کرنے سے معذور ہوں لیکن چونکہ بادشاہ کا حکم تھا کہ انہیں ضرور لاؤ اس لیے ان دونوں نے بے انتہا صبر کیا اور آپ کے ساتھ اس وقت تک لگے رہے جب تک آپ نے مشروط طور پر وعدہ نہیں کر لیا (نور الابصار ص ۴۱)۔

امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ جب امین قتل ہوا تو مامون سلطنت عباسیہ کا مستقل بادشاہ بن گیا یہ ظاہر ہے کہ امین کے قتل ہونے کے بعد سلطنت مامون کے پائے نام ہو گئی مگر یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ امین نہیال کی طرف سے عربی النسل تھا، اور مامون عجمی النسل تھا امین کے قتل ہونے سے عراق کی عرب قوم اور ارکان سلطنت کے دل مامون کی طرف سے صاف نہیں ہوسکتے تھے بلکہ وہ ایک غم و غصہ کی کیفیت محسوس کرتے تھے دوسری طرف خود بنی عباس میں سے ایک بڑی جماعت جو امین کی طرف دار تھی اس سے بھی مامون کو ہر طرح خطرہ لگا ہوا تھا۔

اولاد فاطمہ میں سے بہت سے لوگ جو وقتاً فوقتاً بنی عباس کے مقابل میں کھڑے ہوتے رہتے تھے وہ خواہ قتل کردیے گئے ہوں یا جلاوطن کئے گئے ہوں یا قید رکھے گئے ہوں ان کے موافق جماعت تھی جو اگرچہ حکومت کا کچھ بگاڑ نہ سکتی تھی مگر دل ہی دل میں حکومت بن عباس سے بیزار ضرور تھی ایران میں ابو مسلم خراسانی نے بنی امیہ کے خلاف جواشتعال پیدا کیا وہ ان مظالم ہی کو یاد دلایا کہ بنی امیہ کے ہاتھوں حضرت امام حسین علیہ السلام اور دوسرے بنی فاطمہ کے ساتھ کیے تھے اس سے ایران میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کا پیدا ہونا فطری تھا درمیان میں بنی عباس نے اس سے غلط فائدہ اٹھایا مگر اتنی مدت میں کچھ نہ کچھ تو ایرانیوں کی آنکھیں بھی کھل گئی ہوں گی کہ ہم سے کہا گیا تھا کیا اور اقتدار کن لوگوں نے حاصل کر لیا، ممکن ہے ایرانی قوم کے ان رجحانات کا چرچا مامون کے کانوں تک بھی پہنچا ہوا ہو جس وقت کہ امین کے قتل کے بعد وہ عرب قوم پر اور بنی عباس کے خاندان پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا اور اسے ہر وقت اس حلقہ سے بغاوت کا اندیشہ تھا، تو اسے سیاسی مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ عرب کے خلاف عجم اور بنی عباس کے خلاف بنی فاطمہ کو اپنا لیا جائے، اور چونکہ طرز عمل میں خلوص سمجھا نہیں جاسکتا اور وہ عام طبائع پر اثر نہیں ڈال سکتا اگر یہ نمایاں ہو جائے کہ وہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہے اس لیے ضرورت ہوئی کہ مامون مذہبی حیثیت سے اپنی شیعہ نوازی اور ولایت اہلبیت کے چرچے عوام کے حلقوں میں پھیلانے اور یہ دکھلائے کہ وہ انتہائی نیک نیتی پر قائم ہے اب ”حق بہ حقدار رسید“ کے مقولہ کو سچا بنانا چاہتا ہے۔

اس سلسلہ میں جناب شیخ صدوق اعلیٰ اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کی حکایت بھی شائع کی کہ جب امین کا اور میرا مقابلہ تھا، اور بہت نازک حالت تھی اور عین اسی وقت میرے خلاف سیستان اور کرمان میں بھی بغاوت ہو گئی تھی اور خراسان میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور فوج کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا اور اس سخت اور دشوار ماحول میں، میں نے خدا سے التجا کی اور منت مانی کہ اگر یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں اور میں بام خلافت تک پہنچوں تو اس کو اس کے اصل حقدار یعنی اولاد فاطمہ میں سے جو اس کا اہل ہے اس تک پہنچا دوں گا اسی نذر کے بعد سے میرے سب کام بننے لگے، اور آخر تمام دشمنوں پر مجھے فتح حاصل ہوئی۔

یقیناً یہ واقعہ مامون کی طرف سے اس لیے بیان کیا گیا کہ اس کا طرز عمل خلوص نیت اور حسن نیت پر بھی مبنی سمجھا جائے، یوں تو جو اہلبیت کے کھلے ہوئے دشمن سخت سے سخت تھے وہ بھی ان کی حقیقت اور فضیلت سے واقف تھے اور ان کی عظمت کو جانتے تھے مگر شیعیت کے معنی صرف یہ جاننا تو نہیں ہیں بلکہ محبت رکھنا اور اطاعت کرنا ہیں اور مامون کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس دعوے شیعیت اور محبت اہل بیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود خود امام کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ امام کو اپنے منشا کے مطابق چلانے کی کوشش تھی ولی عہد بننے کے بارے میں آپ کے اختیارات کو بالکل سلب کر دیا گیا اور آپ کو مجبور بنادیا گیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ یہ ولی عہدی کی تفویض بھی ایک حاکمانہ تشدد تھا جو اس وقت شیعیت کے بھیس میں امام کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

امام رضا علیہ السلام کا ولی عہد کو قبول کرنا بالکل ویسا ہی تھا جیسا ہارون کے حکم سے امام موسیٰ کاظم کا جیل خانہ میں چلا جانا اسی لیے جب امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو آپ کے رنج و صدمہ اور اضطراب کی کوئی حد نہ تھی روضہ رسول سے رخصت کے وقت آپ کا وہی عالم تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے روانگی کے وقت تھا دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ بے تابانہ روضہ کے اندر جاتے ہیں اور نالہ و آہ کے ساتھ امت کی شکایت کرتے ہیں پھر باہر نکل کر گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر دل نہیں مانتا پھر روضہ سے جا کر لپٹ جاتے ہیں یہ ہی صورت کئی مرتبہ ہوئی، راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت کے قریب گیا تو فرمایا اے محول! میں اپنے جد امجد کے روضے سے بہ جبر جدا کیا جا رہا ہوں اب مجھ کو یہاں آنا نصیب نہ ہوگا (سوانح امام رضا جلد ۳ ص ۷)۔

محول شیبانی کا بیان ہے کہ جب وہ ناگوار وقت پہنچ گیا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے جد بزرگوار کے روضہ اقدس سے ہمیشہ کے لیے وداع ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے تابانہ اندر جاتے ہیں اور نالہ و آہ باہر آتے ہیں اور ظلمہ امت کی شکایت کرتے ہیں یا باہر آکر گریہ و بکا فرماتے ہیں اور پھر اندر واپس چلے جاتے ہیں آپ نے چند بار ایسا ہی کیا اور مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے حاضر ہو کر عرض کی مولا اضطراب کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے محول! میں اپنے نانا کے روضہ سے جبراً جدا کیا جا رہا ہوں مجھے اس کے بعد اب یہاں آنا نصیب نہ ہوگا میں اسی مسافرت اور غریب الوطنی میں شہید کر دیا جاؤں گا، اور ہارون رشید کے مقبرہ میں مدفون ہوں گا اس کے بعد آپ دولت سرامیں تشریف لائے اور سب کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا ہوں یہ سن کر گھر میں ایک عظیم کھرام بپا ہو گیا اور سب چھوٹے بڑے رونے لگے، آپ نے سب کو تسلی دی اور کچھ دینار اعزامیں تقسیم کر کے راہ سفر اختیار فرمایا ایک روایت کی بنا پر آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں طواف

کر کے خانہ کعبہ کو رخصت فرمایا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا نیشاپور میں ورود مسعود

رجب ۲۰۰ ہجری میں حضرت مدینہ منورہ سے مرو "خراسان" کی جانب روانہ ہوئے اہل و عیال اور متعلقین سب کو مدینہ منورہ ہی میں چھوڑا اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر پانچ برس کی تھی آپ مدینہ ہی میں رہے مدینہ سے روانگی کے وقت کوفہ اور قم کی سیدھی راہ چھوڑ کر بصرہ اور ابواز کا غیر متعارف راستہ اس خطرہ کے پیش نظر اختیار کیا گیا کہ کہیں عقیدت مندان امام مزاحمت نہ کریں غرض کہ قطع مراحل اور طے منازل کرتے ہوئے یہ لوگ نیشاپور کے نزدیک جا پہنچے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ کی مقدس سواری نیشاپوری کے قریب پہنچی تو جملہ علماء و فضلاء شہر نے بیرون شہر حاضر ہو کر آپ کی رسم استقبال ادا کی، داخل شہر ہوئے تو تمام خورد و بزرگ شوق زیارت میں امنڈ پڑے، مرکب عالی جب مربعہ شہر (چوک) میں پہنچا تو خلاق سے زمین پرتل رکھنے کی جگہ نہ تھی اس وقت حضرت امام رضا قاطر نامی خچر پر سوار تھے جس کا تمام ساز و سامان نقرئی تھا خچر پر عمری تھی اور اس پر دونوں طرف پردہ پڑے ہوئے تھے اور بروایت چھتری لگی ہوئی تھی اس وقت امام المحدثین حافظ ابوزرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی آگے آگے اور ان کے پیچھے اہل علم و حدیث کی ایک عظیم جماعت حاضر خدمت ہوئی اور بایں کلمات امام علیہ السلام کو مخاطب کیا "اے جمیع سادات کے سردار، اے تمام مومنوں کے امام اور اے مرکز پاکیزگی، آپ کو رسول اکرم کا واسطہ، آپ اپنے اجداد کے صدقہ میں اپنے دیدار کا موقع دیجئے اور کوئی حدیث اپنے جد نامدار کی بیان فرمائیے یہ کہہ کر محمد بن رافع، احمد بن حارث، یحیٰ بن یحیٰ اور اسحاق بن راہویہ نے آپ کے خاطر کی باگ تھام لی۔

ان کی استدعا سن کر آپ نے سواری روک دئیے جانے کے لیے اشارہ فرمایا، اور اشارہ کیا کہ حجاب اٹھا دئیے جائیں فوراً تعمیل کی گئی حاضرین نے جونہی وہ نورانی چہرہ اپنے پیارے رسول کے جگر گوشہ کا دیکھا سینیوں میں دل بیتاب ہو گئے دوزلفین نورانور پر مانند گیسوئے مشک ہوئے جناب رسول خدا چھوٹی ہوئی تھیں کسی کو یارائے ضبط باقی نہ رہا وہ سب کے سب بے اختیار ڈھاریں مار کر رونے لگے بہتوں نے اپنے کپڑے پہاڑ ڈالے کچھ زمین پر گر کر لوٹنے لگے بعض سواری کے گرد و پیش گھومنے اور چکر لگانے لگے اور مرکب اقدس کی زین و لجام چومنے لگے اور عمری کا بوسہ دینے لگے آخر مرکب عالی کے قدم چومنے کے اشتیاق میں درانہ بڑھے چلے آتے تھے غرض کہ عجیب طرح کا ولولہ تھا کہ جمال باکمال کو دیکھنے سے کسی کو سیری نہیں ہوئی تھی ٹکٹکی لگائے رخ انور کی طرف نگراں تھے یہاں تک دوپہر ہو گئی اور ان کے موجودہ اشتیاق و تمنا کی پرجوشیوں میں کوئی کمی نہیں آئی اس وقت علماء و فضلاء کی جماعت نے بآواز بلند یکا کر کہا کہ مسلمانوں ذرا خاموش ہوجاؤ، اور فرزند رسول کے لیے آزار نہ بنو، ان کی استدعا پر قدرے شور و غل تھما تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

حد ثی ابی موسیٰ کاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین الشہید بکربلا عن ابیہ علی المرتضیٰ قال حدثنی حبیبی وقرة عینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال حدثنی جبرئیل علیہ السلام قال حدثنی رب العزت سبحانه وتعالیٰ قال لا الہ الا اللہ حصنی فمن قالہ داخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی (مسند امام رضا علیہ السلام ص ۷ طبع مصر ۱۳۴۱ھ)۔

میرے پدربزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم نے مجھ سے بیان فرمایا اور ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اور ان سے امام محمد باقر نے اور ان سے امام زین العابدین نے اور ان سے امام حسین نے اور ان سے حضرت علی مرتضیٰ نے اور ان سے حضرت رسول کریم جناب محمد مصطفیٰ صلعم نے اور ان سے جناب جبرئیل امین نے اور ان سے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ ”لا الہ الا اللہ“ میرا قلعہ ہے جو اسے زبان پر جاری کرے گا میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔

یہ کہہ کر آپ نے پردہ کھینچوا دیا، اور چند قدم بڑھنے کے بعد فرمایا بشرطہا و شروطہا و انامن شروطہا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والا نجات ضرور پائے گا لیکن اس کے کہنے اور نجات پانے میں چند شرطیں ہیں جن میں سے ایک شرط میں بھی ہوں یعنی اگر آل محمد کی محبت دل میں نہ ہوگی تو لا الہ الا اللہ کہنا کافی نہ ہوگا علماء نے ”تاریخ نیشابور“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث کے لکھنے میں مفرد دو اتوں کے علاوہ ۲۴ ہزار قلمدان استعمال کئے گئے احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ یہ حدیث جن اسناد اور اسماء کے ذریعہ سے بیان فرمائی گئی ہے اگر انہیں اسماء کو پڑھ کر مجنون پر دم کیا جائے تو ”لا فاق من جنونہ“ ضرور اس کا جنون جاتا رہے گا اور وہ اچھا ہو جائے گا علامہ شبلی نجی نورالابصار میں بحوالہ ابوالقاسم تضریری لکھتے ہیں کہ ساسانہ کے رہنے والے بعض رؤسا نے جب اس سلسلہ حدیث کو سننا تو اسے سونے کے پانی سے لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیا اور مرتے وقت وصیت کی کہ اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مرنے کے بعد اس نے خواب میں بتایا کہ خداوند عالم نے مجھے ان ناموں کی برکت سے بخش دیا ہے اور میں بہت آرام کی جگہ ہوں۔

مؤلف کہتا ہے کہ اسی فائدہ کے لیے شیعہ اپنے کفن میں خواب نامہ کے طور پر ان اسماء کو لکھ کر رکھتے ہیں بعض کتابوں میں ہے کہ نیشاپور میں آپ سے بہت سے کرامات نمودار ہوئے۔

شہر طوس میں آپ کا نزول و ورود

جب اس سفر میں چلتے چلتے شہر طوس پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک پہاڑ سے لوگ پتھر تراش کر بانڈی وغیرہ بناتے ہیں آپ اس سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے اس کے نرم ہونے کی دعا کی وہاں کے باشندوں کا کہنا ہے کہ اس پہاڑ کا پتھر بالکل نرم ہو گیا اور بڑی آسانی سے برتن بننے لگے۔

امام رضا کا دار الخلافہ مرو میں نزول

امام علیہ السلام طے مراحل اور قطع منازل کرنے کے بعد جب مرو پہنچے جسے سکندر ذوالقرنین نے بروایت معجم البلدان آباد کیا تھا اور جو اس وقت دار السلطنت تھا تو مامون نے چند روز ضیافت تکریم کے مراسم ادا کرنے کے بعد قبول خلافت کا سوال پیش کیا حضرت نے اس سے اسی طرح انکار کیا جس طرح امیر المومنین چوتھے موقعہ پر خلافت پیش کئے جانے کے وقت انکار فرما رہے تھے مامون کو خلافت سے دستبردار ہونا، درحقیقت منظور نہ تھا ورنہ وہ امام کو اسی پر مجبور کرتا۔

چنانچہ جب حضرت نے خلافت کے قبول کرنے سے انکار فرمایا، تو اس نے ولیعہدی کا سوال پیش کیا حضرت اس

کے بھی انجام سے ناواقف نہ تھے نیز بخوشی جابر حکومت کی طرف سے کوئی منصب قبول کرنا آپ کے خاندانی اصول کے خلاف تھا حضرت نے اس سے بھی انکار فرمایا مگر اس پر مامون کا اصرار جبر کی حد تک پہنچ گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ ”لابدمن قبولک“ اگر آپ اس کو منظور نہیں کر سکتے تو اس وقت آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا جان کا خطرہ قبول کیا جاسکتا ہے جب مذہبی مفاد کا قیام جان دینے پر موقوف ہو ورنہ حفاظت جان شریعت اسلام کا بنیادی حکم ہے امام نے فرمایا، یہ ہے تو میں مجبوراً قبول کرتا ہوں مگر کاروبار سلطنت میں بالکل دخل نہ دوں گا ہاں اگر کسی بات میں مجھ سے مشورہ لیا جائے تو نیک مشورہ ضرور دوں گا۔

اس کے بعد یہ ولی عہدی صرف برائے نام سلطنت وقت کے ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتی تھی جس سے ممکن ہے کچھ عرصہ تک سیاسی مقصد میں کامیابی حاصل کر لی گئی ہو مگر امام کی حیثیت اپنے فرائض کے انجام دینے میں بالکل وہ تھی جو ان کے پیش رو حضرت علی مرتضیٰ اپنے زمانے کے با اقتدار طاقتوں کے ساتھ اختیار کر چکے تھے جس طرح ان کا کبھی کبھی مشورہ دیدنا ان حکومتوں کو صحیح و ناجائز نہیں بنا سکتا ویسے ہی امام رضا علیہ السلام کا اس نوعیت سے ولی عہدی کا قبول فرمانا اس سلطنت کے جواز کا باعث نہیں ہو سکتا تھا صرف مامون کی ایک راج بٹ تھی جو سیاسی غرض کے پیش نظر اس طرح پوری ہو گئی مگر امام نے اپنے دامن کو سلطنت ظلم کے اقدامات اور نظم و نسق سے بالکل الگ رکھا۔

تواریخ میں ہے کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ شرطیں قبول کر لیں اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کئے اور بارگاہ ابدیت میں عرض کی پروردگار توجانتا ہے کہ اس امر کو میں نے بہ مجبور و ناچاری اور خوف قتل کی وجہ سے قبول کر لیا ہے۔

خداوند اتومیرے اس فعل پر مجھ سے اسی طرح مواخذہ نہ کرنا جس طرح جناب یوسف اور جناب دانیال سے باز پرس نہیں فرمائی اس کے بعد کہامیرے پالنے والے تیرے عہد کے سوا کوئی عہد نہیں اور تیری عطا کی ہوئی حیثیت کے سوا کوئی عزت نہیں خدایا تو مجھے اپنے دین پر قائم رہنے ک توفیق عنایت فرما، خواجہ محمد پارسا کا کہنا ہے کہ ولی عہدی کے وقت آپ رورے تھے ملاحسین لکھتے ہیں کہ مامون کی طرف سے اصرار اور حضرت کی طرف سے انکار کا سلسلہ دوماہ جاری رہا اس کے بعد ولی عہدی قبول کی گئی۔

نشست ولی عہدی کا اہتمام

یکم رمضان ۲۰۱ ہجری بروز پنجشنبہ جلسہ ولی عہدی منعقد ہوا، بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ یہ تقریب عمل میں لائی گئی سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو اشارہ کیا اور اس نے بیعت کی، پھر اور لوگ بیعت سے شرفیاب ہوئے سونے اور چاندی کے سکے سرمبارک پر نثار ہوئے اور تمام ارکان سلطنت اور ملازمین کو انعامات تقسیم ہوئے مامون نے حکم دیا کہ حضرت کے نام کا سکہ تیار کیا جائے، چنانچہ درہم و دینار حضرت کے نام کا نقش ہوا، اور تمام قلمرو میں وہ سکے چلایا گیا جمعہ کے خطبہ میں حضرت کا نام نامی داخل کیا گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت کے نام مبارک کا سکہ عقیدت مندوں کے لیے تبرک اور ضمانت کی حیثیت رکھتا تھا اس سکے کو سفر و حضر میں حرز جان کے لیے ساتھ رکھنا یقینی امر تھا صاحب جنات الخلود نے بحر و بر کے سفر میں تحفظ کے لیے آپ کے توسل کا ذکر کیا ہے اسی کی یادگاری میں بطور ضمانت بعقیدہ تحفظ ہم اب بھی سفر میں بازو پر امام ضامن ثامن کا پیسہ باندھتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ۳۳ ہزار عباسی مردوزن وغیرہ کی موجودگی میں آپ کو ولیعہد خلافت بنادیا گیا اس کے بعد اس نے تمام حاضرین سے حضرت امام علی رضا کے لیے بیعت لی اور دربار کا لباس بجائے سیاہ کے سبز قرار دیا گیا جو سادات کا امتیازی لباس تھا فوج کی وردی بھی بدل دی گئی تمام ملک میں احکام شاہی نافذ ہوئے کہ مامون کے بعد علی رضاتخت و تاج کے مالک ہیں اور ان کا لقب ہے ”الرضامن آل محمد“ حسن بن سہل کے نام بھی فرمان گیا کہ ان کے لیے بیعت عام لی جائے اور عموماً اہل فوج و عمائد بنی ہاشم سبزرنگ کے پھر برے اور سبزرنگ و قبائیں استعمال کریں۔

علامہ شریف جرجانی نے لکھا ہے کہ قبول ولیعہدی کے متعلق جو تحریر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کو لکھی اس کا مضمون یہ تھا کہ ”چونکہ مامون نے ہمارے ان حقوق کو تسلیم کر لیا ہے جن کو ان کے آباؤ اجداد نے نہیں پہچانا تھا لہذا میں نے اس کی درخواست ولی عہدی قبول کر لی اگرچہ جعفر و جامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انجام کونہ پہنچے گا۔“

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ قبول ولیعہدی کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا تھا اس پر گواہ کی حیثیت سے فضل بن سہل، سہل بن فضل، یحیٰ بن اکثم، عبداللہ بن طاہر، ثمامہ بن اشرس، بشر بن معتمر، حماد بن نعمان وغیرہم کے دستخط تھے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے اس جلسہ ولیعہدی میں اپنے مخصوص عقیدت مندوں کو قریب بلا کر کان میں فرمایا تھا کہ اس تقریب پر دل میں خوشی کو جگہ نہ دو ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ص ۱۲۲، مطالب السؤل ص ۲۸۲، نور الابصار ص ۱۴۲، اعلام الوری ص ۱۹۳، کشف الغمہ ص ۱۱۲، جنات الخلود ص ۳۱، المامون ص ۸۲، وسیلة النجات ص ۳۷۹، ارجح المطالب ص ۲۵۲، مسند امام رضا ص ۷، تاریخ طبری، شرح مواقف، تاریخ آئمہ ص ۲۷۲، تاریخ احمدی ص ۳۵۲، شواہد النبوت، ینابع المودة، فصل الخطاب، حلیۃ الاولیا، روضة الصفا، عیون اخبار رضا، دمعه ساکبہ، سوانح امام رضا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کا دشمنوں پر اثر

تاریخ اسلام میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی خبر سن کر بغداد کے عباسی یہ خیال کر کے کہ خلافت ہمارے خاندان سے نکل چکی ہے کمال دل سوختہ ہوئے اور انہوں نے ابراہیم بن مہدی کو بغداد کے تخت پر بٹھادیا اور محرم ۲۰۲ ہجری میں مامون کی معزولی کا اعلان کر دیا بغداد اور اس کے نواح میں بالکل بد نظمی پھیل گئی لچے غنڈے دن دھاڑے لوٹ مار کرنے لگے جنوبی عراق اور حجاز میں بھی معاملات کی حالت ایسی ہی خراب ہو رہی تھی فضل وزیر اعظم سب خبروں کو بادشاہ سے پوشیدہ رکھتا تھا مگر امام رضا علیہ السلام نے اسے خبردار کر دیا بادشاہ وزیر کی طرف سے بدگمان ہو گیا مامون کو جب ان شورشوں کی خبر ہوئی تو بغداد کی طرف روانہ ہو گیا سرخس میں پہنچ کر اس نے فضل بن سہل وزیر سلطنت کو حمام میں قتل کر دیا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۱)۔

شمس العلماء شبلی نعمانی حضرت امام رضا کی بیعت ولیعہدی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس انوکھے حکم نے بغداد میں ایک قیامت انگیز بلچل مچادی اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ لبریز ہو گیا بعضوں نے (سبزرنگ وغیرہ کے اختیار کرنے کے حکم کی بہ جبر تعمیل کی مگر عام صدایہی تھی کہ خلافت خاندان عباس کے دائرہ سے

علامہ شبلی نجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام جب ولی عہد خلافت مقرر کئے جانے لگے مامون کے حاشیہ نشین سخت بدظن اور دل تنگ ہو گئے اور ان پر یہ خوف چھا گیا کہ اب خلافت بنی عباس سے نکل کر بنی فاطمہ کی طرف چلی جائے گی اور اسی تصور نے انہیں حضرت امام رضا علیہ السلام سے سخت متنفر کر دیا (نور الابصار ص ۱۲۳)۔

واقعہ حجاب

مورخین لکھتے ہیں کہ اس واقعہ ولیعہدی سے لوگوں میں اس درجہ بغض و حسد اور کینہ پیدا ہو گیا کہ وہ لوگ معمولی معمولی باتوں پر اس کا مظاہرہ کر دیتے تھے علامہ شبلی نجی اور علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ولیعہدی کے بعد یہ اصول تھا کہ آپ مامون سے اکثر ملنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہوتا یہ تھا کہ جب آپ دہلیز کے قریب پہنچتے تھے تو تمام دربان اور خدام آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور سلام کر کے پردہ در اٹھایا کرتے تھے ایک دن سب نے مل کر طے کر لیا کہ کوئی پردہ نہ اٹھائے چنانچہ ایسا ہی ہوا جب امام علیہ السلام تشریف لائے تو حجاب نے پردہ نہیں اٹھایا مطلب یہ تھا کہ اس سے امام کی توہین ہوگی، لیکن اللہ کے ولی کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا جب ایسا واقعہ آیا تو ایک تندہوانے پردہ اٹھایا اور امام داخل دربار ہو گئے پھر جب آپ واپس تشریف لائے تو ہوانے بدستور پردہ اٹھانے میں سبقت کی اسی طرح کئی دن تک ہوتا رہا بالآخر وہ سب کے سب شرمندہ ہو گئے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں سابق کرنے لگے (نور الابصار ص ۱۲۳، مطالب السؤل ص ۲۸۲، شواہد النبوت ص ۱۹۷)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور نماز عید

ولی عہدی کو ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ عید کا موقع آ گیا مامون نے حضرت سے کہلا بھیجا کہ آپ سواری پر جا کر لوگوں کو نماز عید پڑھائیں حضرت نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی تم سے شرط کر لی ہے کہ بادشاہت اور حکومت کے کسی کام میں حصہ نہیں لوں گا اور نہ اس کے قریب جاؤں گا اس وجہ سے تم مجھ کو اس نماز عید سے بھی معاف کر دو تو بہتر ہے ورنہ میں نماز عید کے لیے اسی طرح جاؤں گا جس طرح میرے جد امجد حضرت محمد رسول اللہ صلعہ تشریف لے جایا کرتے تھے مامون نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں جائیں اس کے بعد اس نے سواروں اور پیادوں کو حکم دیا کہ حضرت کے دروازے پہ حاضر ہوں۔

جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ عید کے روز سڑکوں اور چھتوں پر حضرت کی سواری کی شان دیکھنے کو جمع ہو گئے، اکی بھیڑ لگ گئی عورتوں اور لڑکوں سب کو آرزو تھی کہ حضرت کی زیارت کریں اور آفتاب نکلنے کے بعد حضرت نے غسل کیا اور کپڑے بدلے، سفید عمامہ سر پر باندھا، عطر لگایا اور عصا ہاتھ میں لے کر عید گاہ جانے پر آمادہ ہو گئے اس کے بعد نوکروں اور غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی غسل کر کے کپڑے بدل لو اور اسی طرح پیدل چلو۔

اس انتظام کے بعد حضرت گھر سے باہر نکلے پائجامہ آدھی پنڈلی تک اٹھالیا کپڑوں کو سمیٹ لیا، ننگے پاؤں ہو گئے اور پھر دو تین قدم چل کر کھڑے ہو گئے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، حضرت کے ساتھ نوکروں، غلاموں اور فوج کے سپاہیوں نے بھی تکبیر کی راوی کا بیان ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام تکبیر کہتے تھے

تو ہم لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ درودیوار اور زمین آسمان سے حضرت کی تکبیر کا جواب سنائی دیتا ہے اس بیت کو دیکھ کر یہ حالت ہوئی کہ سب لوگ اور خود لشکر والے زمین پر گر پڑے سب کی حالت بدل گئی لوگوں نے چہریوں سے اپنی جوتیوں کے کل تسمے کاٹ دیئے اور جلدی جلدی جوتیاں پھینک کر ننگے پاؤں ہو گئے شہر بھر کے لوگ چینخ چینخ کر رونے لگے ایک کھرام بیابو گیا۔

اس کی خبر مامون کو بھی ہو گئی اس کے وزیر فضل بن سہل نے اس سے کہا کہ اگر امام رضا اسی حالت سے عید گاہ تک پہنچ جائیں گے تو معلوم نہیں کیا فتنہ اور ہنگام برپا ہو جائے گا سب لوگ ان کی طرف ہو جائیں گے اور ہم نہیں جانتے کہ ہم لوگ کیسے بچیں گے وزیر کی اس تقریر پر منتنبہ ہو کر مامون نے اپنے پاس سے ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر کہلا بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی جو آپ سے عید گاہ جانے کے لیے کہا اس سے آپ کو زحمت ہو رہی ہے اور میں آپ کی مشقت کو پسند نہیں کرتا بہتر ہے کہ آپ واپس چلے آئیں اور عید گاہ جانے کی زحمت نہ فرمائیں پہلے جو شخص نماز پڑھاتا تھا وہ پڑھائے گا یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام واپس تشریف لائے اور نماز عید نہ پڑھا سکے (وسيلة النجات ص ۳۸۲ ، مطالب السؤل ص ۲۸۲ و اصول کافی)۔

علامہ شبلی نجی لکھتے ہیں، فرجع علی رضالی بیتہ و رکب المامون فصلی بالناس ” کہ امام رضا علیہ السلام دولت سرا کو واپس تشریف لائے اور مامون نے جاکر نماز پڑھائی (نور الابصار ص ۱۴۳)۔

حضرت امام رضا کی مدح سرائی اور دعبل خزاعی اور ابونواس

عرب کے مشہور شاعر جناب دعبل خزاعی کا نام ابوعلی دعبل ابن علی بن زرین ہے آپ ۱۲۸ ہجری میں پیدا کر ۲۴۵ ہجری میں بمقام شوش وفات پا گئے (رجال طوسی ۳۷۶)۔ اور ابونواس کا پورا نام ابوعلی حسن بن ہانی ابن عبدالاول ہوازی بصری بغدادی ہے یہ ۱۳۶ ہجری میں پیدا ہو کر ۱۹۶ ہجری میں فوت ہوئے دعبل آل محمد کے مدح خاص تھے اور ابونواس ہارون رشید امین و مامون کا ندیم تھا۔

دعبل خزاعی کے بے شمار اشعار مدح آل محمد میں موجود ہیں علامہ شبلی نجی تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام ولی عہد سلطنت تھے دعبل خزاعی ایک دن دارالسلطنت مرو میں آپ سے ملے اور انہوں نے کہا کہ حضور میں نے آپ کی مدح میں ۱۲۰ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا ہے میری تمنا ہے میں اسے سب سے پہلے حضور ہی کو سناؤں حضرت نے فرمایا بہتر ہے، پڑھو:

دعبل خزاعی نے اشعار پڑھنا شروع کیا قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

ذکرت محل الربع من عرفات

فاجريت دمع العين بالعبرات

جب دعبل قصیدہ پڑھ چکے تو امام علیہ السلام نے ایک سوا شرفی کی تھیلی انہیں عطا فرمائی دعبل نے شکریہ ادا کرنے کے بعد اسے واپس کرتے ہوئے کہا کہ مولا میں نے یہ قصیدہ قربۃ الی اللہ کہا ہے میں کوئی عطیہ نہیں چاہتا خدانے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے البتہ حضور اگر مجھے جسم سے اترے ہوئے کپڑے عنایت فرما دیں، تو وہ میری عین خواہش کے مطابق ہوگا آپ نے ایک جبہ عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ اس رقم کو بھی رکھ لو یہ تمہارے کام

آئے گی دعبل نے اسے لے لیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد دعبل مروے عراق جانے والے قافلے کے ساتھ ہو کر روانہ ہوئے راستہ میں چوروں نے اورڈاکوں نے حملہ کر کے سب کچھ لوٹ لیا اور چند آدمیوں کو گرفتار بھی کر لیا جن میں دعبل بھی تھے ڈاکوؤں نے مالی تقسیم کرتے وقت دعبل کا ایک شعر پڑھا دعبل نے پوچھا یہ کس کا شعر ہے انہوں نے کسی کا ہوگا دعبل نے کہا کہ یہ میرا شعر ہے اس کے بعد انہوں نے سارا قصیدہ سنایا ان لوگوں نے دعبل کے صدقے میں سب کو چھوڑ دیا اور سب کامال واپس کر دیا یہاں تک کہ یہ نوبت آئی کہ ان لوگوں نے واقعہ سن کر امام رضا کا دیا ہوا جبہ خریدنا چاہا، اور اس کی قیمت ایک ہزار دینار لگائی دعبل نے جواب دیا کہ یہ میں نے بطور تبرک اپنے پاس رکھا ہے اسے فروخت نہ کروں گا بالآخر بار بار گرفتار ہونے کے بعد انہوں نے اسے ایک ہزار اشرفی پر فروخت کر دیا۔

علامہ شبلی نجی بحوالہ ابوصلت ہروی لکھتے ہیں کہ دعبل نے جب امام رضا کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا تھا تو آپ رو رہے تھے اور آپ نے دو بیتوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ اشعار الہامی ہیں (نور الابصار ص ۱۳۸)۔

علامہ عبدالرحمن لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے قصیدہ سنتے ہوئے نفس زکیہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ اے دعبل اس جگہ ایک شعر کا اور اضافہ کرو، تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے انہوں نے عرض کی مولافرمائیے ارشاد ہوا:

وقبر بطوس نالها من مصيبة

الحت علی الاحشاء بالزفرات

دعبل نے گھبرا کے پوچھا مولانا، یہ کس کی قبر ہوگی، جس کا حضور نے حوالہ دیا ہے فرمایا اے دعبل یہ قبر میری ہوگی اور میں عنقریب اس عالم میں غربت میں جب کہ میرے اعزاء و اقرباء بال بچے مدینہ میں ہیں شہید کر دیا جاؤں گا اور میری قبر یہیں بنے گی اے دعبل جو میری زیارت کو آئے گاجنت میں میرے ہمراہ ہوگا (شواہد النبوت ص ۱۹۹)

دعبل کا یہ مشہور قصیدہ مجالس المومنین ص ۲۶۱ میں مکمل منقول ہے البتہ اس کا مطلع بدلا ہوا ہے علامہ شیخ عباس قمی نے لکھا ہے کہ دعبل نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا ”طبقات الشعراء“ (سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۲۴۱)۔

ابونواس کے متعلق علماء اسلام لکھتے ہیں کہ ایک دن اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ تم اکثر شعرا کہتے ہو اور پھر مدح بھی کیا کرتے ہو لیکن افسوس کی بات ہے کہ تم نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مدح میں اب تک کوئی شعر نہیں کہا اس نے جواب دیا کہ حضرت کی جلالت قدر ہی نے مجھے مدح سرائی سے روکا ہے میری ہمت نہیں پڑتی کہ آپ کی مدح کروں یہ کہہ کر اس نے چند شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

لوگوں نے مجھ سے کہا کہ عمدہ کلام کے ہر رنگ اور مذاق کے اشعار سب لوگوں سے سننے والوں کے سامنے موتی جھڑتے ہیں پھر تم نے حضرت کے فضائل و مناقب میں کوئی قصیدہ کیوں نہیں کہا؟ تو میں نے سب کے جواب میں کہہ دیا کہ بھائیو جن جلیل الشان امام کے آباء کے کرام کے خادم جبرئیل ایسے فرشتے ہوں ان کی مدح کرنا مجھ سے ممکن نہیں ہے۔

اس کے بعد اس نے چند اشعار آپ کی مدح میں لکھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

یہ حضرات آئمہ طاہرین خدا کے پاک و پاکیزہ کئے ہوئے ہیں اور ان کا لباس بھی طیب و طاہر ہے جہاں بھی ان کا ذکر ہوتا ہے وہاں ان پر درود کا نعرہ بلند ہوجاتا ہے جب حسب و نسب بیان ہوتے وقت کوئی شخص علوی خاندان کا نہ نکلے تو اس کو ابتدائے زمانہ سے کوئی فخر کی بات نہیں ملے گی جب خدانے سب سے زیادہ شریف بھی قرار دیا اور سب پر فضیلت بھی دی، میں سچ کہتا ہوں کہ آپ حضرات ہی ملا علی ہیں اور آپ ہی کے پاس قرآن مجید کا علم اور سرور کے مطالب و مفاہیم ہیں“ (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۳۲۲، نورالابصار ص ۱۳۸ طبع مصر)۔

مذہب عالم کے علماء سے حضرت امام رضا کے علمی مناظرے

مامون رشید کو خود بھی علمی ذوق تھا اس نے ولی عہدی کے مرحلہ کو طے کرنے کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کافی استفادہ کیا پھر اپنے ذوق کے تقاضے پر اس نے مذاہب عالم کے علماء کو دعوت مناظرہ دی اور ہر طرف سے علماء کو طلب کر کے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مقابلہ کرایا عہد مامون میں امام علیہ السلام سے جس قدر مناظرے ہوئے ہیں ان کی تفصیل اکثر کتب میں موجود ہے اس سلسلہ میں احتجاجی طبرسی، بحار، دمعہ ساکبہ، وغیرہ جیسی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں، میں اختصار کے پیش نظر صرف دو چار مناظرے لکھتا ہوں۔

عالم نصاری سے مناظرہ

مامون رشید کے عہد میں نصاری کا ایک بہت بڑا عالم و مناظر شہرت عامہ رکھتا تھا جس کا نام ”جاثلیق“ تھا اس کی عادت تھی کہ متکلمین اسلام سے کہا کرتا تھا کہ ہم تم دونوں نبوت عیسی اور ان کی کتاب پر متفق ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اختلاف ہے تو صرف نبوت محمد مصطفی صلعم میں ہے تم ان کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہو اور ہمیں انکار ہے پھر ہم تم ان کی وفات پر متفق ہو گئے ہیں اب ایسی صورت میں کونسی دلیل تمہارے پاس باقی ہے جو ہمارے لیے حجت قرار پائے یہ کلام سن کر اکثر مناظر خاموش ہوجایا کرتے تھے ۔

مامون رشید کے اشارے پر ایک دن وہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی ہم کلام ہوا موقع مناظرہ میں اس نے مذکورہ سوال دہراتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ فرمائیں کہ حضرت عیسی کی نبوت اور ان کی کتاب دونوں پر آپ کا ایمان و اعتقاد ہے یا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا، میں اس عیسی کی نبوت کا یقینا اعتقاد رکھتا ہوں جس نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلعم کی نبوت کی اپنے حواریں کو بشارت دی ہے اور اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے جو عیسائی اس کے معترف نہیں اور جو کتاب اس کی شارح اور مصدق نہیں اس پر میرا ایمان نہیں ہے یہ جواب سن کر جاثلیق خاموش ہو گیا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جاثلیق ہم اس عیسی کو جس نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی بشارت دی، نبی برحق جانتے ہیں مگر تم ان کی تنقیص کرتے ہو، اور کہتے ہو کہ وہ نماز روزہ کے پابند نہ تھے جاثلیق نے کہا کہ ہم تو یہ نہیں کہتے وہ تو ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتے تھے آپ نے فرمایا عیسی تو بنا براعتقاد نصاری خود معاذ اللہ خداتھے تو یہ روزہ اور نماز کس کے لیے کرتے تھے یہ سن کر جاثلیق مبہوت

ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

البتہ یہ کہنے لگا کہ جو مردوں کو زندہ کرے جذامی کو شفا دے نابینا کو بینا کر دے اور پانی پر چلے کیا وہ اس کا سزاوار نہیں کہ اس کی پرستش کی جائے اور اسے معبود سمجھا جائے آپ نے فرمایا الیسع بھی پانی پر چلتے تھے اندھے کوڑی کو شفا دیتے تھے اسی طرح حزقیل پیغمبر نے ۳۵ ہزار انسانوں کو ساڑھ برس کے بعد زندہ کیا تھا قوم اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے حق تعالیٰ نے ایک ساعت میں سب کو ماردیا بہت دنوں کے بعد ایک نبی استخوان ہائے بوسیدہ پر گزرے تو خداوند تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی کہ انہیں آواز دوانہوں نے کہا کہ ائے استخوان بالیہ ”استخوان مردہ“ اٹھ کھڑے ہو وہ سب بحکم خدا اٹھ کھڑے ہوئے اسی طرح حضرت ابراہیم کے پرندوں کو زندہ کرنے اور حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر لے جانے اور رسول خدا کے احیاء اموات فرمانے کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ان چیزوں پر تورات انجیل اور قرآن مجید کی شہادت موجود ہے اگر مردوں کو زندہ کرنے سے انسان خدا ہو سکتا ہے تو یہ سب انبیاء بھی خدا ہونے کے مستحق ہیں یہ سن کر وہ چپ ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔

عالم یہو د سے مناظرہ

لم یہود میں سے ایک عالم جس کا نام ”راس الجالوت“ تھا کو اپنے علم پر بڑا غرور اور تکبر و ناز تھا وہ کسی کو بھی اپنی نظر میں نہ لاتا تھا ایک دن اس کا مناظرہ اور مباحثہ فرزند رسول حضرت امام رضا علیہ السلام سے ہو گیا آپ سے گفتگو کے بعد اس نے اپنے علم کی حقیقت جانی اور سمجھا کہ میں خود فریبی میں مبتلا ہوں۔

امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اس نے اپنے خیال کے مطابق بہت سخت سوالات کئے جن کے تسلی بخش اور اطمینان آفرین جوابات سے بہرہ ور ہوا جب وہ سوالات کر چکا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے راس الجالوت ! تم تورات کی اس عبارت کا کیا مطلب سمجھتے ہو کہ ”آیا نور سینا سے روشن ہوا جبل ساعیر سے اور ظاہر ہوا کوہ فاران سے“ اس نے کہا کہ اسے ہم نے پڑھا ضرور ہے لیکن اس کی تشریح سے واقف نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ نور سے وحی مراد ہے طور سینا سے وہ پہاڑ مراد ہے جس پر حضرت موسیٰ خدا سے کلام کرتے تھے جبل ساعیر سے محل و مقام عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے کوہ فاران سے جبل مکہ مراد ہے جو شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے پھر فرمایا تم نے حضرت موسیٰ کی یہ وصیت دیکھی ہے کہ تمہارے پاس بنی اخوان سے ایک نبی آئے گا اس کی بات ماننا اور اس کے قول کی تصدیق کرنا اس نے کہا ہاں دیکھی ہے آپ نے پوچھا کہ بنی اخوان سے کون مراد ہے اس نے کہا معلوم نہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ اولاد اسماعیل ہیں، کیوں کہ وہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے ہیں اور بنی اسرائیل کے مورث اعلیٰ حضرت اسحاق بن ابراہیم کے بھائی ہیں اور انہیں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس کے بعد جبل فاران والی بشارت کی تشریح فرما کر کہا کہ شعیانی کا قول توریت میں مذکور ہے کہ میں نے دو سواردیکھے کہ جن کے پرتو سے دنیا روشن ہو گئی، ان میں ایک گدھے پر سواری کئے تھا اور ایک اونٹ پر، اے راس الجالوت تم بتلا سکتے ہو کہ اس سے کون مراد ہیں؟ اس نے انکار کیا، آپ نے فرمایا کہ راکب الحمار سے حضرت عیسیٰ اور راکب الجمل سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تم حضرت حبقوق نبی کے اس قول سے واقف ہو کہ خدا اپنا بیان جبل فاران سے لایا اور تمام آسمان حمد الہی کی (آوازوں) سے بھر گئے اسکی امت اور اس کے لشکر کے سوار خشکی اور تری میں جنگ کرینگے ان پر ایک کتاب آئے گی اور سب کچھ بیت المقدس کی خرابی کے بعد ہوگا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی کیا دلیل ہے اس نے کہا کہ ان سے وہ امور ظاہر ہوئے، جو ان سے پہلے کے انبیاء پر نہیں ہوئے تھے مثلاً دریائے نیل کا شگافتہ ہونا، عصا کا سانپ بن جانا، ایک پتھر سے بارہ چشمہ جاری ہو جانا اور ید بیضا وغیرہ،

آپ نے فرمایا کہ جو بھی اس قسم کے معجزات کو ظاہر کرے اور نبوت کا مدعی ہو، اس کی تصدیق کرنی چاہیے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کیوں؟ کہا اس لیے کہ موسیٰ کو جو قربت یا منزلت حق تعالیٰ کے نزدیک تھی وہ کسی کو نہیں ہوئی لہذا ہم پر واجب ہے کہ جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات و کرامات نہ دکھلائے ہم اس کی نبوت کا اقرار نہ کریں، ارشاد فرمایا کہ تم موسیٰ سے پہلے انبیاء مرسلین کی نبوت کا کس طرح اقرار کرتے ہو حالانکہ انہوں نے نہ کوئی دریا شگافتہ کیا، نہ کسی پتھر سے چشمہ نکالے نہ ان کا ہاتھ روشن ہوا، ورنہ ان کا عصا اڑدھابنا، راس الجالوت نے کہا کہ جب ایسے امور و علامات خاص طور سے ان سے ظاہر ہوں جن کے اظہار سے عموماً تمام خلایق عاجز ہو، تو وہ اگرچہ بعینہ ایسے معجزات ہوں یا نہ ہوں ان کی تصدیق ہم پر واجب ہو جائے گی حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بھی مردوں کو زندہ کرتے تھے کورما درنوزاد کو بینا بناتے تھے مبروص کو شفا دیتے تھے مٹی کی چڑیا بنا کر ہوا میں اڑاتے تھے وہ یہ امور ہیں جن سے عام لوگ عاجز ہیں پھر تم ان کو پیغمبر کیوں نہیں مانتے؟

راس الجالوت نے کہا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں، مگر ہم نے ان کو ایسا کرتے دیکھا نہیں ہے فرمایا تو کیا آیات و معجزات موسیٰ کو تم نے بچشم خود دیکھا ہے آخر وہ بھی تو معتبر لوگوں کی زبانی سنایا ہوگا ویسا ہی اگر عیسٰی کے معجزات ثقہ اور معتبر لوگوں سے سنو، تو تم کو ان کی نبوت پر ایمان لانا چاہئے اور بالکل اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ کی نبوت و رسالت کا اقرار آیات و معجزات کی روشنی میں کرنا چاہیئے سنو ان کا عظیم معجزہ قرآن مجید ہے جس کی فصاحت و بلاغت کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکے گا یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

عالم مجوسی سے مناظرہ

مجوسی یعنی آتش پرست کا ایک مشہور عالم ہر بذاکبر حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی گفتگو کرنے لگا آپ نے اس کے سوالات کے مکمل جوابات عنایت فرمائے اس کے بعد اس سے سوال کیا کہ تمہارے پاس زرتشت کی نبوت کی کیا دلیل ہے اس نے کہا کہ انہوں نے ہماری ایسی چیزوں کی طرف رہبری فرمائی ہے جس کی طرف پہلے کسی نے رہنمائی نہیں کی تھی ہمارے اسلاف کہا کرتے تھے کہ زرتشت نے ہمارے لیے وہ امور مباح کئے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کئے تھے آپ نے فرمایا کہ تم کو اس امر میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی نبی اور رسول کے فضائل و کمالات تم پر روشن کرے اور تم اس کے ماننے میں پس و پیش کرو، مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم نے معتبر لوگوں سے سن کر زرتشت کی نبوت مان لی اسی طرح معتبر لوگوں سے سن کر انبیاء اور رسول کی نبوت کے ماننے میں تمہیں کیا عذر ہو سکتا ہے؟ یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

علماء نے آپ کی تصانیف میں صحیفۃ الرضا، صحیفۃ الرضویہ، طب الرضا اور مسند امام رضا کا حوالہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ آپ کی تصانیف ہیں صحیفۃ الرضا کا ذکر علامہ مجلسی علامہ طبرسی اور علامہ زمخشری نے کیا ہے اس کا اردو ترجمہ حکیم اکرام الرضا لکھنوی نے طبع کرایا تھا اب جو تقریباً ناپید ہے۔

صحیفۃ الرضویہ کا ترجمہ مولوی شریف حسین صاحب بریلوی نے کیا ہے طب الرضا کا ذکر علامہ مجلسی شیخ منتخب الدین نے کیا ہے اس کی شرح فضل اللہ بن علی الراوندی نے لکھی ہے اسی کو رسالہ ذہبیہ بھی کہتے ہیں اور اس کا ترجمہ مولانا حکیم مقبول احمد صاحب قبلہ مرحوم نے بھی کیا ہے اس کا تذکرہ شمس العلماء شبلی نعمانی نے المامون ص ۹۲ میں کیا ہے مسند امام رضا کا ذکر علامہ چلیپی نے کتاب کشف الظنون میں کیا ہے جس کو علامہ عبداللہ امرت سری نے کتاب ارجح المطالب کے ص ۲۵۴ پر نقل کیا ہے ناچیز مؤلف کے پاس یہ کتاب مصر کی مطبوعہ موجود ہے یہ کتاب ۱۳۲۱ ہجری میں چھپی ہے اور اس کے مرتب علامہ شیخ عبدالواسع مصری اور محشی علامہ محمد ابن احمد ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ماء اللحم بنانے اور موسمیات کے متعلق جو افادہ فرمایا ہے اس کا ذکر کتابوں میں موجود ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (دمعہ ساکبہ وغیرہ)۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غیر معصوم ارباب اقتدار ہوس حکمرانی میں کسی قسم کا صرفہ نہیں کرتے اگر حصول حکومت یا تحفظ حکمرانی میں باپ بیٹے، ماں بیٹی یا مقدس سے مقدس ترین ہستیوں کو بھیٹ چڑھا دے، تو وہ اس کی پرواہ نہیں کیا کرتے اسی بناء پر عرب میں مثل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ الملک عقیم، علامہ وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ الملک عقیم بادشاہت بانجھ ہے یعنی بادشاہت حاصل کرنے کے لیے باپ بیٹے کی پرواہ نہیں کرتا بیٹا باپ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ بیٹا باپ کو مار کر خود بادشاہ بن جاتا ہے (انوار اللغۃ پارہ ۸ ص ۱۷۳)۔

اب اس ہوس حکمرانی میں کسی مذہب اور عقیدہ کا سوال نہیں ہر وہ شخص جو اقتدار کا بھوکا ہوگا وہ اس قسم کی حرکتیں کرے گا۔

مثال کے لیے اسلامی تواریخ کی روشنی میں حضور رسول کریم کی وفات کے فوراً بعد کے واقعات کو دیکھیے جناب سیدہ کے مصائب و آلام اور وجہ شہادت پر غور کیجیے امام حسن کے ساتھ برتاؤ پر غور فرمائیے، واقعہ کربلا اور شہادت کے واقعات کو ملاحظہ کیجیے ان امور سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حکمرانی کے لیے کیا کیا مظالم کیے جاسکتے ہیں اور کیسی کیسی ہستیاں کی جانیں لی جاسکتی ہیں اور کیا کچھ کیا جاسکتا ہے تواریخ میں موجود ہے کہ مامون رشید عباسی کی دادی نے اپنے بیٹے خلیفہ ہادی کو ۲۶ سال کی عمر میں زہر دلو کر ماریا مامون رشید کے باپ ہارون رشید نے اپنے وزیروں کے خاندان کو تباہ و برباد کر دیا (المامون ص ۲۰)

مروان کی بیوی نے اپنے خاوند کو بستر خواب پر دو تکیوں سے گلا گھٹوا کر مروادیا ولید بن عبدالملک نے فرزند رسول

امام زین العابدین کو زہر سے شہید کیا ہشام بن عبدالملک نے امام محمد باقر کو زہر سے شہید کیا امام جعفر صادق کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کیا امام موسیٰ کاظم کو ہارون رشید نے زہر سے شہید کیا امام علی رضا علیہ السلام کو مامون عباسی نے زہر سے شہید کیا امام محمد تقی کو معتصم باللہ نے ام الفضل بنت مامون کے ذریعہ سے زہر دلویا امام علی نقی کو معتصم عباسی نے زہر سے شہید کیا اسی طرح امام حسن عسکری کو بھی زہر سے شہید کیا گیا غرضیکہ حکومت کے سلسلے میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے اورنگ زیب کو دیکھیے اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور اپنے باپ کو سلطنت سے محروم کر کے قید کر دیا تھا اسی نے شہید ثالث حضرت نور اللہ شوشتری (آگرہ) کی زبان گدی سے کھچوائی تھی بہر حال جس طرح سب کے ساتھ ہوتا رہا حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا۔

تاریخ شہادت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت ۲۳ / ذی قعدہ ۲۰۳ ہجری مطابق ۸۱۸ ء یوم جمعہ کو بمقام طوس واقع ہوئی ہے (جلاء العیون ص ۲۸۰، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷، جنات الخلود ص ۳۱)۔

آپ کے پاس اس وقت عزاء واقربا اولاد وغیرہ میں سے کوئی نہ تھا ایک تو آپ خود مدینہ سے غریب الوطن ہو کر آئے دوسرے یہ کہ دار السلطنت مرومیں بھی آپ نے وفات پائی بلکہ آپ سفر کی حالت میں بعالم غربت فوت ہوئے اسی لیے آپ کو غریب الغریاء کہتے ہیں۔

واقعہ شہادت کے متعلق مورخین نے لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ”فما یقتلنی واللہ غیرہ“ خدا کی قسم مجھے مامون کے سواء کوئی اور قتل نہیں کرے گا اور میں صبر کرنے پر مجبور ہوں (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۷۱)۔ علامہ شبلی نجی لکھتے ہیں کہ ہرثمہ بن اعین سے آپ نے اپنی وفات کی تفصیل بتلائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ انگور اور انار میں مجھے زہر دیا جائے گا (نور الابصار ص ۱۲۴)۔

علامہ معاصر لکھتے ہیں کہ ایک روز مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنے گلے سے لگایا اور پاس بٹھا کر ان کی خدمت میں بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا اور اس میں سے ایک خوشاٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا بن رسول اللہ یہ انگور نہایت ہی عمدہ ہیں تناول فرمائیے آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار فرمایا کہ جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں اس نے شدید اصرار کیا اور آپ نے اس میں سے تین دانے کھالیے یہ انگور کے دانے زہر آلود تھے انگور کھانے کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے، مامون نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جہاں تونے بھیجا ہے وہاں جا رہا ہوں قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد آپ تین دن تک تڑپتے رہے بالآخر انتقال فرما گئے (تاریخ آئمہ ص ۲۷۶)۔

انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام باعجاز تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی اور آپ واپس چلے گئے بادشاہ نے بڑی کوشش کی کہ آپ سے ملے مگر نہ مل سکا (مطالب السؤل ص ۲۸۸) اس کے بعد آپ کو بمقام طوس محلہ سنا بادمیں دفن کر دیا گیا جو آج کل مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے اور اطراف عالم کے عقیدت مندوں کے حوائج کامرکز ہے۔

شہادت امام رضا کے موقع پر امام محمد تقی کا خراسان پہنچنا

ابومخنف کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو خراسان میں زبردیدیا اور آپ بستر علالت پر کروٹیں لینے لگے، تو خداوند عالم نے امام محمد تقی کو وہاں بھیجنے کا بندوبست کیا چنانچہ امام محمد تقی جب کہ مسجد مدینہ میں مشغول عبادت تھے ایک ہاتف غیبی نے آواز دی کہ ”اگر می خواہی پدر خود را زندہ دریابی قدم در راہ نہ“ اگر آپ اپنے والد بزرگوار سے ان کی زندگی میں ملنا چاہتے ہیں تو فوراً خراسان کے لیے روانہ ہو جائیں یہ آواز سننا تھا کہ آپ مسجد سے برآمد ہو کر داخل خانہ ہوئے اور آپ نے اپنے اعزاء و اقربا کو شہادت پدرسے آگاہ کیا، گھر میں کہرام برپا ہو گیا اس کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہو کر ایک ساعت میں خراسان پہنچے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ دربان نے دروازہ بند کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں آپ کی آواز سنتے ہی امام علیہ السلام خود اپنے بستر سے اٹھے اور دروازہ کھول کر امام محمد تقی کو اپنے گلے سے لگالیا اور بے پناہ گریہ کیا امام محمد تقی پدر بزرگوار کی بے بسی، بے کسی اور غربت پر آنسو بہانے لگے پھر امام علیہ السلام تبرکات امامت فرزند کے سپرد کر کے راہی ملک بقا ہو گئے ”اناللہ وانا الیہ راجعون“۔ (کنز الانساب ص ۹۵)۔

علامہ شیخ عباس قمی بحوالہ اعلام الوری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو جونہی خبر شہادت ملی، خراسان تشریف لے گئے اور اپنے والد بزرگوار کو دفن کر کے ایک ساعت میں واپس آئے اور یہاں پہنچ کر لوگوں کو حکم دیا کہ امام علیہ السلام کا ماتم کریں (منتہی الآمال جلد ۲ ص ۳۱۲)۔

source : <http://www.iqna.ir>